محمد سجاد مرزا بیگ

دہلوی

مطبوعہ ڈائمنڈ جوبلی پریس حیدرآباد دکن

ناول

تمنائے دید

مصنفہ

محمد سجاد مرزا بیگ دہلوی

مطبوعہ ڈئمنڈ جوبلی پریس حیدرآباد دکن

قیمت فی جلد ۱۰/



[illegible]

دل کے ٹکڑے [illegible] مرغ چمن [illegible] آج کچھ [illegible] الحان وگر کرتا ہے -
اللہ اللہ اگرچہ [illegible] ہے مگر دل لگی [illegible] بے فکری کا زمانہ [illegible]
[illegible] آرام کے دن گئے - اب نہ سیر باغ ہے نہ مجلس احباب - [illegible] خوش [illegible]
باتین اور بے گنہ مسرت [illegible] ن !

[illegible] اگرچہ سجاد دلّی مین ہے مگر دل کی آنکھین تمہاری [illegible] لگی [illegible]
ہین - تم کیا گئے گویا دنیا بھر کے تفریح کے سامان ہی اُٹھ گئے - ہان جب تصوّر مین وہ زمانہ
اور اُس کی بہارین پھر [illegible] کلیجہ پر سانپ [illegible] تا ہے -

کیا مین اُن دنون کو بھلا سکتا ہون جب سید ناصر علی[1] او [illegible] گا [illegible] تاریخ
یاد کرتے تھے - امتحان کے دن قریب آتے جاتے تھے اور ہمارے شوق اور دلی ولولے
بڑھتے چلے [illegible] تھے - ہزارون امیدون اور الوالعزم خیالات [illegible] ہوتا تھا کبھی [illegible]

نوٹ بخدا کہ مین شاعری کا دعویٰ نہین کرتا - اگرچہ میرے کلام [illegible] جو بابل مین تھا -

[1] جب مین عربی اسکول مین انٹرنس کلاس مین پڑھتا تھا تو ناصر علی صاحب سپرنٹنڈنٹ [illegible] تھے - یہی وجہ تعارف ہوئی -
جو بڑھتے بڑھتے یگانگت اور [illegible] پہنچ گئی - ریاضی مین عمدہ ملکہ اور طبیعت مین شوخی ہے -
دوستون سے محبت اپنون سے زیادہ نباہتے ہین - آج کل ضلع انبالہ مین نائب تحصیلدار ہین -

خوف [illegible] کی [illegible] کر دیتا مگر ایک دوسرے کو ڈھارس دیتے اور پھر ہمارے
چہرے بشاش اور دل خوش ہو جاتے۔

اُس دن کی خوشی کا کیا پوچھنا ہے جب مشاعرہ بھی شریک ہوں جاڑے کے
سہانے دن - گرمی کی ٹھنڈی چاندنی راتیں - موسم بہار کی صبح و شام - برسات میں
[illegible] کوئی عمدہ موقع ہمارے [illegible] - باغ اور جنگل کے
[illegible] ہم سے زیادہ [illegible] بشاش رہتے - شاید اون کو بھی ہماری آزادی اور
نواسنجی پر رشک آتا ہو - نہر یا دریا کے کنارے [illegible] قدرت کے منظر یا باغوں کی سیر
کرتے میلوں نکل جاتے - یا سر شام کھیتوں [illegible] کی سیر کرتے [illegible] موسم بہار
کی شام کو سبزہ جنگل [illegible] باغ میں
[illegible] سبزے پر بیٹھے - ہائے یہہ جلسہ کس غضب کا پُر بہار ہوتا تھا -
ماہتاب ہمارے سر پر نکل رہا ہوتا - ہوا میں پھولوں کی بو بسی ہوئی ہوتی - ایک
طرف [illegible] مخملی فرش اور اُس پر [illegible] دو طرف [illegible] اور اسکی
[illegible] دکھائی دیتا غرض عجیب دلفریب اور دلچسپ
سین ہوتا تھا - پھر اُس پر شمس [illegible] کی [illegible] ہوتی
اشعار پڑھتے [illegible] سناتے - بے لاگ اور سچی [illegible] باغ باغ ہوتے -
مولوی محمد محسن کی سنجیدہ تقریر - متین گفتگو [illegible] خیالات - [illegible]

[illegible] کے معزز رئیسوں میں سے ہیں - میرے عزیز اور ہم عمر دوست ہیں -
[illegible] دلی کو وطن [illegible] اہل شہر سے سبقت لے گئے - [illegible] طبیعت
میں جودت اور ظرافت پیدا کی - کبھی کبھی شعر بھی کہتے ہیں اور خوب کہتے ہیں - سخن فہم اعلیٰ [illegible]
رنگینی [illegible] سے بھی مہارت پیدا کی ہے - ان کی صحافت میں کشش اور دل [illegible] قوت خداداد بھی
[illegible] اعلیٰ درجہ کے ہیں لہذا [illegible]

[illegible] محمد محسن صاحب فاروقی ضلع مراد آباد کے رہنے والے ہیں - مگر طبیعت وہ پائی ہے کہ اہل دلی بھی
رشک کرتے ہیں - کلام میں شگفتگی - متانت - اعلیٰ درجہ کی ہے - زبان [illegible] کا تتبع ہے اور اس کو پوری
خوبی سے نبھاتے ہیں - لاہور کالج سے منشی فاضل کا امتحان دیا - عربی اور دینیات [illegible]
معیار منشی فاضل سے کہیں زیادہ اور مولوی فاضل کے قریب قریب ہے - [illegible] تشریف [illegible]

اس [illegible] دلچسپی کو اور دوبالا کر دیتے اور خیال کا دامن دریائے بے پایان سے بھر دیتے -

کبھی مرزا جلیل کی صحبت سچی دوستی اور حقیقی ہمدردی کا حق ادا کرتی اور کسی فکر و تشویش کو دل میں نہ رہنے دیتی -

اب یہ باتین خواب و خیال ہین - فیض [illegible] کا زمانہ [illegible] [illegible]

[illegible] پھر وہ دن اور وہ امنگ کہان!

[illegible] مدت سے لطف صحبت کو دل ڈھونڈھتا [illegible] - اب بستر [illegible] حسن اتفاق [illegible] اس زمانہ کی یادگار مین یہ کتاب تصنیف کی ہے اور اپنی حالت اور شوق کے لحاظ سے نام تمنائی دیدار رکھا ہے - اگرچہ یہ تحفہ [illegible] اس کو آپ کے نامون سے نامزد کرتا ہون کہ ہمارے اطمینان کے زمانہ اور پاک مشاغل کی یادگار [illegible] - اور جو احباب [illegible] اس کے مطالعہ سے مسرور ہون -

درسخن پنہان شدم مانند بو در برگ گل ۔ ہر کہ دیدن میل دارد در سخن بیند مرا

خاکسار محمد سجاد مرزا بیگ

(حاشیہ متعلقہ صفحہ ب) طبیب باکمال [illegible] - اور طبیعت اچاٹ رہی - حصول علم انگریزی کی [illegible] پیدا ہوا - اور رفتہ [illegible] رشتہ دلون مین مستحکم ہوگئی - آپ کو [illegible] ہمہ صفت [illegible] مغز طباع - خوش [illegible] شخص ہین - نظم و نثر [illegible] روشن [illegible] تقریر کا مادہ بھی اعلیٰ درجہ کا ہے - چنانچہ لیکچر خوب [illegible] ہین - طبیعت پر غضب کی آمد ہے - ذہین بھی پرلے درجہ کے ہین - آجکل ریاست رامپور [illegible]

۵۱ میرزا محمد عبد الجلیل بیگ صاحب دہلی کے خاندانی شرفا مین سے ہین - حسن صورت و سیرت سے ممتاز ہین پاک باطنی اور خدا شناسی ان کا خاص جوہر ہے طبیعت مین رسائی اور بلند نظری بہت ہے - علاوہ ازین خوددار بھی ہین - میرے ہم جماعت بھی ہین اور ہم محلہ بھی - آجکل حیدرآباد مین ملازم ہین - اور جب راقم حیدرآباد مین تھا تو ان کی محبت مغتنمات سے تھی - وہان ان [illegible] محبت کا اثر [illegible] ہونے دیا - اور اکثر سچی دوستی کے ثبوت ظاہر ہوئے - [illegible] پر جب مین علیل اور تنہا تھا - اس وقت مجھکو [illegible] پڑتا ہے کہ صلاحیت و سعادت کی وہ تصویر ۲۸ ربیع الاول ۱۳۱۸ھ سے فردوس کی نمایش گاہ مین ہے)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ز لاف حمد و نعت او لاست بر خاک [illegible] سجودے مے توان کرد [illegible] ے مے توان گفتن

[illegible]

حدیث عشق شد زیب بیانم - چو شمع افتاد آتش اندر زبانم -
قلم از جوش این مے شد بہ مست ز من عشقے بہر جا عاشقی ہست

باب اوّل

دل اُس بت پہ شیدا ہوا چاہتا ہے خدا جانے اب کیا ہوا چاہتا ہے

"مسٹر ناصر"

"کون"

"کیا میں اب نام بھی بتاؤں"

"بھلا آیا"

"جلدی آؤ اگر تم نہیں آتے تو فینہ آتا ہے"

[illegible] لون -

"[illegible] ہے"

"[illegible] ابھی آیا"

"نماز بھی [illegible] ین نماز پڑھنے کا ثواب [illegible] ہے"

"وقت [illegible] تم آپ ہی دیر لگا رہے ہو"

پانچ منٹ کے بعد مسٹر ناصر [illegible] زرد اچکن کی شیروانی ترکی ٹوپی پتلون نما پاجامہ - نہایت عمدہ ولایتی بوٹ ڈانٹ سگار اڑاتے گھر [illegible] اخلاق سے دونون نے مصافحہ کیا اور ڈرائنگ کے [illegible] چل [illegible]

صبح سے مینہ نے آنکھہ نہین کھولی کبھی کم اور کبھی زیادہ برابر برستا رہا - خدا خدا کرکے کہین چار بجے ذرا تھما تو بے چین طبیعتون کو جو دن بھر گھر مین بیٹھے بیٹھے اکتا رہی تھین فرصت ملی کہ سبزہ زار اور باغون کی بہار سے اپنا دل بہلائین - موسم برسات اُن لوگون [illegible] ہوتا ہے جو نیچر کی بے انتہا خوشنمائیون سے اپنا دل بہلاتے ہین کالی کالی گھٹا کا آنا - سبزہ کا لہرانا - ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کا چلنا - پرندون کا طرارے بھرنا - ابر تر کی پھوار - خودرو پودون کی بہار - چشم نظارگیان سے اُن تمام مصنوعی تراشن و خراشن کو گرا دیتے ہے جو مالیون کے سگھڑ ہاتھہ اپنی ہنرمندی کا نمونہ دکھانے کے لئے بڑی جد و جہد سے پیدا کرتے ہین -

حامد جس کی طبیعت مین خدا نے یہہ مذاق کوٹ کوٹ کر بھرا تھا مینہ تھمتے ہی گھر سے نکلا اور ناصر کے ساتھہ تفریح طبع کے لئے ٹھنڈی سڑک پر ہو لیا - پھر یہہ دو نوجوان اُس سڑک پر مڑے جو قلعہ کے نیچے نیچے جامع مسجد سے لیکر دریا سے جمنا تک پہونچ جاتی ہے - اس سڑک کے کنارہ اسلامی شان و شوکت کی ایک نشانی ابتک باقی ہے جو سنہری مسجد کے نام سے مشہور ہے یہہ خوبصورت دلکشا مسجد سر سے پاؤن تک سنگ باسی کی بنی ہوئی ہے - اور اس کی مینار نہایت خوبصورتی سے بنائے گئے ہین - میناروں کی کلسیان سنہری ہین سچ بھی سنہری تھے مگر شکستگی کے [illegible]

[illegible] کے برج [illegible] کے اندر [illegible] دیوارونپر سنہری کام [illegible]
سے کیا ہوا تہا ؎

زہے صفائی عمارت کہ در تماشایش
بدیدہ باز نہ گردد نگاہ از دیوار

قدیم زمانہ مین اس مسجد کے متعلق ایک حوض بہی تہا۔ لیکن اب زمانہ نے اُس کا نشان تک صفحہ ہستی [illegible] ہو ڈالا۔ البتہ مسجد کی پیشانی سے اُس کے بانی کا نام ابتک روز روشن کیطرح چمک رہا ہے۔

وَهُوَ هٰذا

شکر حق در عہد احمد شاہ غازی پادشاہ
خلق پرورد او گر شاہان عالم را پناہ

مسجدے کردہ بنا نواب قدسی منزلت
باد دائم فیض عام آن ملائک سجدہ گاہ

سعی نواب بہادر صاحب لطف و کرم
ساخت تعمیرے چنین جاوید عالی دستگاہ

چاہ و حوض صاف صحنش آبرو زمزم آمدست
ہر کہ از آبش طہارت کرد شد پاک از گنہ

سال تاریخش چہ خرم یافت از الہام غیب
مسجد بیت المقدس مطلع نور الہ۔

پہر دو نوں نوجوان آہستہ آہستہ باتین کرتے اس مسجد تک پہونچے اور چند سیڑھیاں چڑہنے کے بعد مسجد کے دروازے کی چہت پر جا بیٹھے۔ اس وقت [illegible] بہار دیکھنے کے قابل تھی۔ اندازاً شام کے چھ بج چکے تھے اور آفتاب ڈہلتے ڈہلتے افق مین پہونچ گیا تہا۔ ابر بہی جا بجا سے پہٹ گیا تہا۔ اور آہستہ آہستہ ہوا کے جہونکے نہایت سرعت کے ساتھ بادلون کے پہٹے پہٹے ٹکڑون کو اڑاے لئے جاتی تہی۔ ابر کے ہٹ جانے سے دن بہر کے بعد آفتاب نے بہی جہلک دکہائی اور زرد زرد کرنین مسجد کے برجون پر اور نہائے دہوئے درختون کی چوٹیون پر پڑ رہی تہین۔ چونکہ آفتاب کی شعاعین زمین پر نہ گرتی تہین اس سبب سے کرہ ہوائی کا بالائی حصہ سطح زمین کی نسبت کسیقدر زیادہ روشن تہا۔ حامد نے اس وقت کا سمان لوٹنے کے لئے چارون طرف سرسری نظر ڈالی اور جہان تک اُس کی نظرین پہونچ سکتی تہین نیچے کی

[illegible]

[illegible] گر افسوس کہ زمانہ ان کی نقشون کو بے مہر خو بر [illegible]

وفا [illegible] تا [illegible] یہہ عمارت [illegible]

ہین جو اس وقت اس مقام کے حسن کو دو بالا کئے ہوتے ہین۔ قلعہ کے نیچے دریائے جمن لہرین مارتا ہوا نظر آرہا ہے اور اُس کی کنارہ ایک نیلگون کوٹھی حامد کے دلکو للچا رہی ہے کہ اُس کی پاس کیون نہ ہوتی۔ شمال مین کوٹھی سے ذرا [illegible] سنسان سڑک فیض بازار تک جاتی ہے۔ اس سڑک کے کنارہ کنارہ دو نو طرف خوشنما درخت اس طرح چھپائے ہوتے ہین کہ موسم گر[ما مین آ]فتاب کی شعاعین بڑی جدوجہد سے سڑک پر پڑتی ہون گی۔ درختون کے نیچے نیچے مہدی کے چھوٹے چھوٹے [illegible] لگے ہوئے تھے جن کو مالی ہمیشہ ہمقدر رکھتا ہے۔ اس سڑک سے ذرا فاصلہ پر درختون کی دوسری طرف ایک چھوٹی سی نہر عین سنہری مسجد کے نیچے سے ہو کر نکلتی ہے اور دور تک چلی جاتی ہے۔ نہر کے مغرب کی جانب تھوڑی دور تک سبزہ لہلہا رہا ہے اور اُس سبزہ مین بجری کی دو سرخ سرخ سڑکین بخط متوازی واقع ہین اور اون کے درمیان کنکر کی سڑک کٹی ہوئی ہے جو ٹھنڈی سڑک کے نام سے مشہور ہے۔ اس سڑک سے پرے جامع مسجد تک پھر وہی سبزہ کی بہارین ہین۔

دیکھتے ہی دیکھتے سین کا رنگ پلٹا کیونکہ آفتاب غروب ہونے لگا۔ اور بھورے بھورے بادلون نے نہایت شوخ قرمزی رنگ اختیار کیا۔ دریائے جمنا کی طرف افق مین آگ سی لگ اٹھی اور چارون طرف قدرت نے ایک سرخ مہتاب چھوڑ دی۔ قلعہ کے لال لال کنگرہ شفق مین ڈوبے ہوتے نظر آنے لگے اور زمین سے آسمان تک ایک سرخ روشن چادر تنی ہوئی معلوم ہوتی۔ سبزہ کی ہریاول۔ شفق۔ عمارات۔ اور بجری کی سڑک کی سُرخی دریائے جمن اور چھوٹی خوشنما نہر کے نیلگون پانی مین اون کی سرخ عکس کا لہرانا

سے ذرا ہٹا یا [illegible] اور نماز مغرب ادا کی [illegible]

ناصر [illegible] منظر کی آخری بہار دیکھنے کے

لیئے زینہ [illegible] ایک وسیع نظر ڈالی تو جامع مسجد کے برج کی عین سیدہ مین ماہ ربیع الاول

کی پہلی رات کا چاند نہایت خوشنمائی سے جلوہ افروز نظر آیا۔ اب یہہ دو نوگھر واپس آ[illegible]

کے لیئے روانہ ہوئے اور ہاتہہ مین ہاتہہ ڈالے باتین کرتے آہستہ آہستہ قدم اُٹھاتے

[illegible] تک پہونچے۔

ناصر اب مین رخصت چاہتا ہون۔

حامد ابہی سے۔

ناصر گہر ہی آگیا۔

حامد یہہ تو مین بہی جانتا ہون کہ آپ کا دولت خانہ قریب ہے۔

ناصر لہذا رخصت۔ کل پہر ملین گے۔

حامد اجی آپ ہین کس خیال مین۔ اب مین آپ کو کب چہوڑتا ہون۔

ناصر کیا تہانہ مین لے چلوگے۔

حامد ہان بہائی محمود کا [illegible] کہ تمہین جبراً اُن تک لے چلون۔

ناصر ابہی تو اُن کو بیوی ہی ملی ہے جب مجسٹریٹی ملیگی تب ہی کسی پر زور کرینگے

حامد آپکے نزدیک بیوی ہے اون کے نزدیک تو بادشاہت مل گئی ہے قسمت والے

ناصر مَن جَدَّ وَجَدَ۔

حامد آج رات وہ اپنی کامیابی کا جشن کرینگے۔

ناصر تین دن کے بعد۔

نوٹ۔ جس نے کوشش کی اوس نے پایا۔

[illegible]

مشغول رہو ہم نہیں [illegible]

اب یہہ کیونکر ممکن ہے کہ تم نہ ہو - اگر آپ نہ چلیں گے تو رنج ہوگا -

ناصر (ذرا سوچ کر) اچھا آدہے گھنٹے [illegible] آؤن گا -

حامد ایسے جلسے[51] کسی اور کو دینا -

ناصر نہیں مین ضرور آؤن گا کے بجے شروع ہوگا ؟

حامد تقریبا دس بجے مگر آپ دس بجے کا نام سنکر کہین کاہل تو نہین ہوگئے کہ چلے رہین گے سچون آدہی ہی گھنٹہ مین آنا - ورنہ مین دوبارہ آؤنگا بچ سکو یہ ممکن ہی نہین -

ناصر عجب وہمی ہو - انشاء اللہ ضرور آؤن گا - السلام وعلیکم -

حامد (ایک قدم بڑہا کر) وعلیکم السلام (پہر مڑ کر) دیکہو یاد رکہنا -

ناصر ضرور -

حامد - قدم بڑہا کر گہر کی طرف راہی ہوا اور تہوڑی دیر مین نواب زینت محل کے کمرہ مین پہونچا - یہہ عالیشان عمارت نواب زینت محل بیگم صاحبہ کی بنوائی ہوئی شہر دہلی مین واقع ہے - فتح[52] دہلی کے بعد سرکار انگریزی نے مہاراجہ پٹیالہ کو عطا فرمادی اور اب صرف اس کام کی ہے کہ شہر مین کوئی بڑی شادی یا کوئی اور تقریب ہوتی ہے تو داروغہ سے اجازت لیکر اوس مین کی جاتی ہے ؎

"کشتوں کا تیرے چشم سیہ مست کے مزار   ہوگا خراب بہی تو خرابات ہووے گا"

یہ عمارت تین حصون مین منقسم ہے - لاکہوری پر لب سڑک ایک عالیشان دروازہ اور اوس کے اوپر ایک بڑا سا خوشنما کمرہ پہر کمرہ کے آگے صحن چہوڑ کر چارون طرف اصطبل

---

[51] جلسہ - دام یا فریب دینا - دہوکہ - بلاقی سے بچانا -

[52] از آب حیات -

[illegible]

خوشنمائی ہوئی ہے - دو طرفہ اونچے اونچے چبوترون پر دوہرے شہ
اور شہ نشین پہلوؤن پر کمرہ اور صحن چیان - چبوترہ کے وسط مین سنگ مرمر
کا حوض صحن مین خوبصورت نہر دو نو طرف باغیچہ اور روشین اور بڑے بڑے کمرہ
اس محل سرا کی ایک جانب ایک اور مکان ہے جس کا ایک دروازہ محل سرا مین ہے
اور دوسرا فراش خانہ بازار مین یہہ مکان مردانہ مکان قرار دیا گیا تھا ا۔ آج رات
ناچ بھی اوس ہی مین ہونے والا تھا - محل سرا مین زنانہ تھا اور کل تک اوس بن
کنبہ رشتہ کی عورتین بکثرت مہمان آئی ہوئی تھین - مگر آج صرف قریب ہی کے
تھوڑے سے رشتہ دار تھے - باہر کا کمرہ محمود اور اُس کے چھوٹے بھائی حامد
کے پاس تھا اور دوست و احباب بھی اکثر اسی کمرہ مین آیا جایا کرتے تھے - کمرہ مکلّف
فرش اور آئینون سے آراستہ تھا اور اُس مین چند گلوب وال لیمپ جل رہے
تھے - جن سے صحن مین بھی کافی روشنی تھی - محمود مع چند احباب کے صحن مین کرسیان
بچھائے ہنسی خوشی باتین کر رہا تھا - اور چونکہ کمرہ مین گرمی تھی لہذا اس وقت
وہ خالی چھوڑ دیا گیا تھا -

محل سرا کے سجانے مین کوئی کسر اٹھا نہین رکھی گئی تھی - دالانون مین سفید
ستھری صاف صاف چاندنیان بچھی ہوئی تھین - اور گاؤ تکیہ دیوارون کے
برابر رکھے ہوئے تھے - جھاڑ فانوس کی روشنی نے رات کو دن کر دکھایا تھا صحن
مین حوض کے گوشون اور باغیچہ کے چارون طرف لال ٹینین روشن تھین اور
جا بجا آرام کرسیان بچھی ہوئی تھین تاکہ مہمانون کو نہر اور باغیچہ کی سیر کی لطف اٹھانے
مین آرام دین - مردانہ مکان مین نوکر چاکر جلدی جلدی فرش درست کر رہے تھے
اور لیمپ وہنڈیان وغیرہ روشنی کا سامان ترتیب ترتیب سے آویزان کر کے
جلا رہے تھے - حامد بھی محمود کے برابر ہی ایک کرسی پر ہو بیٹھا اور
دوستون سے باتین کرنے لگا - اتنے مین اندر سے ایک ماما نکلی اور حامد کو

دیکھ کر کہنے لگی [illegible]

حامد کیون -

ماما یون ہی

[illegible] (مسکرا کر) مین اندر [illegible] پردہ تو نہین -

ماما واری اچہو سب مہان گئے صرف [illegible] ہی اپنے باقی ہین -

حامد اری پردہ تو نہین -

ماما اے کہہ تو دیا شوق سے جاؤ کوئی نہین -

حامد اندر داخل ہوا اور لب عرض کرسی گھسیٹکر بیٹھ گیا اور دوسری کرسی پر پاؤن پھیلا دئے -

حامد اس وقت اپنی عمر کے اٹھارہوین سال مین تہا - مگر چونکہ وہ نہایت تندرست اور صحیح المزاج تہا اس سبب سے اُس کی عمر کے اندازہ کرنے مین ناواقف آنکھین غلطی کرتی تہین - اور اون کی نظر مین وہ اپنی اصل عمر سے دو تین برس زیادہ تہا - خدا نے اوس کو حُسن صورت و سیرت سے شرف دیا تہا اگرچہ وہ بہت گورا نہ تہا مگر اوس کا گندمی رنگ خوبصورت اور بڑی بڑی آنکھین خط و خال کی خوشنمائی ہاتھہ پیرون کی موزونیت ایسی تہی کہ دیکھنے والے اوسے پسند کرتے تھے - اس کے علاوہ انتہا کا خلیق - شایستہ - مہذب - نیک مزاج - صاف باطن - خوش خلق - خندہ پیشانی لڑکا تہا شرف علم سے بہی بے بہرہ نہ تہا - اوس کی باتین بڑی غضب کی تہین - متانت اور سنجیدگی کے ساتھہ ایسا مذاق تہا کہ کسی کو ناگوار ہی نہ ہوتا تہا - علاوہ ازین اُس کی خصلت نے اپنی ہمراہیون کے دلون مین جگہ کر لی تہی - غرض اوس کی ادائین فرداً فرداً نہین تو مجموعتاً تو ضرور اس قابل تہین کہ بزرگون سے شفقت - دوستون سے [illegible] - [illegible] سے محبت [illegible] دشمنی [illegible] لیتی تہین - ممکن نہ تہا کہ کوئی شخص دو چار بار [illegible] ملے اور اوس کا گرویدہ نہ ہو جاتے -

[illegible]

کسی سے کچھہ کہنے کا ارادہ کیا اور کسی نہ کسی کام مین دیکھکر خاموش ہو رہا اتنے مین ایک خادمہ سامنے سے گذری۔

[illegible] مجھے پانی پلا جا۔

[illegible] بھلا میان آئے ذرا پانون کو کہ آؤن۔

[illegible] نے تھوڑی دیر انتظار کیا مگر جب ماما نہ پھری تو اوس نے پکار کر کہا کہ کوئی مجھے پانی پلا جائے۔ تھوڑی دیر نہ گذری تھی کہ کسی نے اپنے گورے گورے نازک ہاتون سے ایک برف کا گلاس پیش کیا۔ حامد نے گلاس ہاتھہ مین لیا اور ایک گھونٹ پیکر گویا پانی کو زیادہ ٹھنڈا کرنے کے لئے ٹھہر گیا۔ اور دزدیدہ نگاہ سے اُس نازنین کو دیکھتا رہا۔

یہہ نازنین دوشیزہ لڑکی بلا کی خوبصورت تھی اور انتہا درجہ کی باحیا۔ مجلس مین ہر ایک آنکھہ اوسی پر پڑتی تھی اور ہر زبان پر اوسی کا ذکر تھا ؎

ندانم آن گل خندان چہ رنگ و بو دارد — کہ مرغ ہر چمنے گفتگوئے او دارد

ابھی تیرہوان برس پورا نہ ہوا تھا۔ پر حُسن خداداد کی بہارین حد کمال تک پہونچنے لگین تھین۔ سادگی اور بھولا پن جو اس لڑکی کی سرشت مین تھا۔ خصوصا اوس قوت کا کام دیتا تھا۔ جو اپنی طرف ہر ایک کی توجہ کھینچ لینے مین مقناطیس کا حکم رکھتی ہے گورا گورا رنگ گلاب جیسی رخسارے۔ پتلے پتلے سُرخ ہونٹ نازک نازک ہاتھہ پاؤن خوبصورت۔ باحیا آنکھین۔ طرحدار کشیدہ ابرو۔ علاوہ ازین نزاکت ان سب پر فوق رکھتی تھی۔

جادو صفتے مہ تبسم فریبے — گر اشتہ در جہان ستمگرے

ہوش صفتے کہ تاب رخسار — مہتاب نمودہ در شب تار

بلقیس سچ ہے بڑی بات ہے ۔

حامد یہ کیوں

بلقیس تم میں کشش ہی اس بلا کی ہے کہ کوئی تم سے علیحدہ رہنا نہیں چاہتا

حامد خوب کیا مجھ میں مقناطیسی قوت ہے ۔

بلقیس ہاں بھائی ہے تو کچھ ایسا ہی ہر ایک تم سے اعتدال سے زیادہ محبت کرتا ہے ۔

حامد چونکہ تم کو عرصے کے بعد دیکھا ہے اس سے یہ خیال ہے ۔

بلقیس نہیں نہیں ایسے آزما کر دیکھا ہے عمر بھی تم سے بہت کچھ محبت کرتے ہیں دیکھو میری بڑی پھوپھی اور ان کے بیٹے دولو تم کو کیسا چاہتے ہیں ۔ اپنے بچوں کی طرح سمجھتے ہیں ۔ جب جب تمہارا ذکر آتا ہے یہی کہتے ہیں کہ ہم کو تو ساری دنیا سے زیادہ کوئی محبت نہیں ۔

حامد بزرگ شفقت کیا ہی کرتے ہیں

بلقیس آخر کیوں ہیں اور بھی تو لڑکے ہیں تم ہی میں کیا سرخاب کا پر لگا

حامد پھر یہ اپنی اپنی قسمت ہے کس کو کون رشک سدا ہوا ۔

بلقیس یہی تو میں بھی کہتی ہوں کہ تمہارے ستارہ میں یہ بات ہے یا کوئی سحر کا عمل پڑھتے ہو اور صرف بزرگوں ہی پر کیا منحصر ہے چھوٹے بڑے اپنے پرائے سب کا تمہاری تعریف میں رطب اللسان ہوتا ہے ۔ خالہ اماں کی دونوں بیٹیاں تم سے کیسی محبت کرتی ہیں ۔

حامد یک نہ شد دو شد ۔ خواہ مخواہ دل کسی کو بدنام کرتی ہو ۔

بلقیس میں کیا جھوٹ کہتی ہوں ہمارا ایسا ہی سر پھرا ہے ۔ دیکھو ابھی ان سے ... تمہاری ... بیمار کر دی ۔

حامد ضرور ... ابھی آپڑی ہی ... مجھ کو برا لگتا ہی ۔

بلقیس [illegible]
اور آپ کے کام میں مصروف - ہمارا فرا سا کام نہ کرو ہیں -

حامد میں تو اس کا مشکل سے یقین کروں گا -

بلقیس شرارت کرو ہوتا ہی کیا ہے پھر تو وہ[1] ہی کہتے ہیں کہ ہمیں اپنے سسرال بھر میں زیادہ تر حامد عزیز ہے - بن جاہ مخواہ کوئی بات نکالا اون سے بحث کیا کرتا ہوں اون کی تیزی طبع سے بہراول خوش ہوتا ہے -

حامد وہ کون ؟

بلقیس کیا بچارے بہولے ہیں - یہی تو بہت دانی ہے -

حامد خیر جو ہوں اون کی عنایت ہے -

بلقیس اب ہوشیار ہو جاؤ تمہارا نمبر آگیا ہے -

حامد مرحبا !

بلقیس آج ہی ذکر ہو رہا تہا کہ اس سال حامد کا گھر بھی بسا دیا جائے

حامد الحمد للہ میرا گھر تو اب بھی بسا ہوا ہے -

بلقیس تمہیں اچھا لگتا ہے کہ سب کی شادی ہو جائے اور آپ لنڈورے ہی رہیں -

حامد چوہا لنڈورا ہی بھلا -

بلقیس اب کوئی دم میں دم سے جہاج ہونے گا -

حامد دل میں تو میں خود ہی نہیں سماتا دم سے جہاج کیا مانند ہوں -

بلقیس یہ کیوں ؟

حامد بے زرحتق ٹس ٹس -

بلقیس اوروں کے پاس کو نسا زر تہا خاموں حال کو زندہ رکہے

نوٹ [1] ہندوستان میں عورتیں خاوند کا نام نہیں لیتیں بلکہ ضمیر استعمال کرتی ہیں -

حامد — میرے اور تمہارے حالات میں بڑا فرق ہے - اس میں کچھ شک نہیں
میں نہیں چاہتا کہ جب تک اپنی دوست دار سے شادی کر سکوں اپنا دلی حرج بھی زیادہ
بڑھاؤں - جو جا بجا اتنا بڑا بھاری بوجھ اٹھانا - علاوہ ازیں جب تک میری مرضی کے
موافق ہو میں کرنا چاہوں - مگر یہ تو ممکن ہے کہ کوئی میری مرضی کے موافق ہو یہ کیونکر
ہوگا کہ میں بھی اوس کے مرضی کے موافق ہوں - اگر مجھے ذرا بھی یہ معلوم ہو کہ جسکے
میرے ساتھ زندگی کی ایک ایسی حالت گذر رہی ہے جو مجھ سے ناراضا ہے تو میں عمر
بھر بھی نہ کروں گا - خواہ میں اوس کا عاشق زار ہی کیوں نہ ہوں - کیونکہ اپنے دل کی
سی حالت اوروں کی بھی جانتا ہوں اور جب میں آزادی کو زیادہ پسند کرتا ہوں تو یہ کیونکر
روا ہو سکتا ہے کہ دوسرے کا ادنکی مرضی کے خلاف مجبور ہونا پسند کروں اور ایسی
حالتوں میں بھی کبھی خوش نہیں رہ سکتا -

بلقیس — (سسکیاں) [illegible] شادی [illegible] لوگ
نہیں کہتیں کہ [illegible] خدا [illegible]
[illegible] ظاہر [illegible] بالکل بے پرواہ ہو جائے [illegible]
[illegible] اٹھ کر [illegible]

حامد — [illegible] کروں گا

بلقیس — [illegible] ہی نہیں -

حامد — [illegible] آ رہی ہیں اور [illegible]
[illegible] اور [illegible]
اوس [illegible] لگاؤں گا [illegible] اور میں [illegible]
[illegible] کیا کروں -

بلقیس — وہ کیا میں ہی نہ ہوں -

حامد — یہ وقت تماشے کا نہیں دیوار گوش دارد آہستہ لب کشا -

۵

بلقیس — اس وقت تم نے مجھے ڈرا دیا۔

حامد — اگر خداوند تعالیٰ دو فرمائے تو ڈرنے کے قابل تو کوئی بات نہیں ہاں ڈول کچھ ایسا بیڈھب آپڑا ہے کہ نہ خاموش رہا جاتا ہے نہ کچھ کہا جا سکتا ہے مگر آپ اور اپنی کارروائیوں کو پسند ہیں تو میں کہوں کہ قابل ہوں۔

دالان میں سے ایک ادھیڑ عمر عورت جس کا عمر سا پینتالیس برس کا تھا نکلے اور اس کے پیچھے پیچھے وہی نازنین دلربا ایک بانکی ادا سے دوپٹہ سنبھالتی چلی۔ اوس نے کن انکھیوں سے حامد کی طرف دیکھا اور پھر نظر نیچی کر کے جستہ جستہ ایک ایک قدم اوسی عورت کے ساتھ داخل ہو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک چینی کے قاب میں کچھ میوے اور مٹھائی نہایت خوبصورتی سے چن کر لائی ہوئی معلوم ہوئی۔

پھر وہ کے پاس آ کر وہ ذرا ٹھٹکی۔ اور مڑ کر اسی عورت کی طرف دیکھا تو اوس نے پکار کر کہا۔ حامد بیٹا۔ تم نے صبح کو بھی جلدی میں کچھ نہیں کھایا تھا بھوک لگی ہوگی کھانے میں تو ابھی دیر ہے تو یہ مٹھائی کھا لو۔ جب یہ آواز حامد کے کان میں پہنچ چکی تو اوس نے نہایت آہستہ سے جو پھر رفتہ قدم رکھا اور حیا دامنگیر ہوا کہ حامد کے ہاتھ میں قاب میں دے مگر حیا مانع ہوئی اوس نے پھر آہستہ کی مگر سامنے رکھا آخر اوس نے بلقیس کی کرسی کے پاس جا کر اپنا نازک ہاتھ اوسکے کندھے پر رکھ کر کہا آپا تو یہ آپ ہی دے دو۔ اس اثنا میں حامد کی نظر میں اس پری جمال کے ساتھ ماجرا رہا۔ اس کی ایک ایک ادا کو غور سے دیکھا کیں۔ قاب دے کر اوس نے اندر جانے کا ارادہ کیا پر بلقیس نے اوسکے ہاتھ کو تھام لیا۔ اور نہ جانے دیا۔

بلقیس — اس وقت تم کیوں اندر گھسی جاتی ہو۔ دیکھو بھائی کہتے ہیں
ہوا ستی

نازنین — جی ہاں۔ سب دیکھ رہے ہیں۔ مجھے۔ میں بھی بیٹھی رہی۔

بلقیس — تمہارا بھائی جان جی تو نہیں گھبرایا۔

نازیں — جی کیوں گھبراتا آخر یہ بھی تو گھر ہے۔

یہ کہکر اوس نے پھر اُٹھنے کا ارادہ کیا اور بلقیس نے دوبارہ روکا۔

بلقیس — ہائیں پھر چلیں کیا ہم سے کچھ خفا ہو۔

نازیں — (شرما کر) خفا کیوں ہونے لگی تھی۔ بھابی اندر اکیلی بیٹھی ہیں اُن بیچاری کا اور جی گھبرائے گا۔ اپنے دل میں کیا کہیں گی۔

حامد — (بلقیس سے) بھابی جان کا مزاج تو ابھی کیا معلوم ہونا تھا مگر ہاں صورت کیسی ہے۔

بلقیس — (نازیں لڑکی کی طرف اشارہ کرکے) یہ اون کے مصاحب ہیں ان سے پوچھو۔

نازیں — (بلقیس سے) کیوں کیا آپ نے اون کو نہیں دیکھا۔

حامد — مگر تمہاری نسبت تو کم

نازیں — (بہت سہمی آواز سے) خاصی اچھی ہے۔

حامد — اور عادت۔

نازیں — (بھولی بھولی ادا سے) اس کی سمجھ کیا خبر ابھی تو وہ کسی سے بات بھی نہیں کرتیں۔ یہ کہکر وہ جلدی سے اُٹھی اور دالان کے اندر چلی گئی۔

حامد نے گھڑی نکالکر دیکھی تو ساڑھے آٹھ بجے تھے وہ جلدی سے ٹوپی پہن باہر نکل آیا۔ اس وقت سب احباب حامد کے پاس جمع تھے مردانہ مکان میں جلسے کے لئے تیاری تھی۔ صرف ناصر اور جہاد اور دوستوں کا انتظار رہا۔ جن سے شریک جلسہ ہونے کا اقرار لیا گیا تھا۔

مُجّو — (حامد سے) ناصر آئیں گے یا نہیں۔

حامد — آئیں گے کہہ کا وعدہ ہارا اور زیادہ وقت گذر گیا۔ ابھی تک نہیں آئے

دوسرا اگر اون کے آنے میں دیر ابھی ہو تو سہیدار کو بھیج دیا جائے
وہ بغیر ساتھ لائے نہ چھوڑے گا

تیسرا بہتر وہ آپ ہی چلے آئیں گے۔

حامد تھوڑی دیر اور انتظار کرنا چاہیے ابھی کچھ ایسی دیر نہیں ہوئی

وقت گذرتا جاتا تھا اور ناصر کی عدم حاضری سے احباب کا اضطراب بڑھتا جاتا تھا۔ گھنٹہ نے دس بجائے اور ساتھ ہی ایک نازک سریلی آواز ہوا میں گونجتی ہوئی دور دور نکل گئی۔

وھو ھذا

غزل

ناز و تمکیں ہے وہاں صبر کی یاں تاب نہیں — یہی صورت ہے تو کچھ جینے کے اسباب نہیں
طرفہ نیرنگ محبت میں نظر آتے ہیں — در آنکھوں سے ٹپکی ہوئی خوناب نہیں
ہائے وہ شوق ملاقات عدم میں جا کے — جس کی آنکھوں کے تصور میں مجھے خواب نہیں
جاں کی شکل دکھائی ہے تب اک تجھ کو — دل کی تصویر دکھائی ہے یہ سیماب نہیں
ہجر و وصل میں کہیں آرام نہیں خاطر خواہ — بحر میں جا رہیں وحشت میں گرداب نہیں
غمزہ و ناز و عتاب اور عشوہ ہی یا بیداد — جس یاں دل ہے سو یاد ہمیں آداب نہیں
شیفتہ عشق کی یہ دھوم اور اتنی حسرت — دل بیتاب نہیں دیدہ بے خواب نہیں

دیگر

محبت جادۂ وار دنہاں در خلوت دلہا — جو یار سجدہ کم گرد ما اس رہ سر مستم ملا
تو چون ساقی سوی در وقت طرب باد — بقدر جگر یا شد وسعت آغوش ساغرہا
بشمع روشنی این کلبۂ تار التجا دارد — اگر دل در گذار آید تو آں جلوہ گر گلہا
تو رہ ار کہ بت اساس سجود ننگ سازی — ازانجا چو بوسہ کل رہا کردند محکمہا
بہ ہفتاد و دو ملت گردش چشم تو بسازد — بہ یک پیمانہ رنگیں داد یک سر محکمہا

پس از مردن چو شمع کشته روشن شد چراغ ما را   که در هر دیده بیدار پنهان بود جانانها

علی الشیب مے تیز از دہ جام و سبو دارد

الا یا ایہا الساقی ادر کاسا و ناولہا

باب ۲ دوم

ف۱
تموت مع المرء حاجاته ※ وتبقى له حاجة ما بقی

تروح وتغدو لحاجاتنا وحاجة من عاش لا تنقضي

کسی حکیم کا قول ہے کہ انسان کا دل جلتی ہوئی بھٹی کے مانند ہے جس طرح بھڑکی ہوئی شعلہ کسی نہ کسی چیز کو سلگائے رکھتی ہیں اسی طرح دل بھی ہر وقت ایک نہ ایک [illegible] رہتا ہے۔ خواہ انسان چاہے کام کرنا چھوڑ دیں۔ اور ایسا کونسا بشر ہوگا کہ چوبیس گھنٹہ میں ایک دم بھی لیتا ہو مگر چاہے کہ دل اپنی سوچ بچار سے غافل ہو تو کیا مجال۔ استد لعیع و دیع صبر کی ادھیڑ بن۔ حصول مطالب کی خوشی۔ ناکامی کا رنج۔ آیندہ کی تدابیر تلافی مافات کا خیال وہ عظیم مہمات ہیں جن کی سرانجام سے طبیعت کو ایک لمحہ فرصت نہیں ملتی۔ ہر طبقہ اور ہر حالت میں انسان کی اعلیٰ درجہ کی کوششیں ہمیشہ اس امر پر مبنی ہوتی ہیں کہ اطمینان کی وہ حالت میسر ہو جو استغنا اور بے پروائی کے مراتب عالیہ تک پہونچا دے اور اسی خیال سے ہر ایک شخص حتی الوسع اپنے تئیں زیادہ خوش حال بنانے کی کوشش کرتا ہے۔ اور بظاہر وہ پہلے کی نسبت زیادہ خوش حال بھی معلوم ہوتا ہے۔ لیکن اگر دریافت کیا جائے کہ اُس کی اندرونی خواہشات اور آرزوئیں کس قدر کم ہوئی یا اُس نے دلی اطمینان یا استغنا کے حاصل کرنے میں کس قدر

نوٹ ف۱ انسان کی خواہشیں انسان کے ساتھ مرنے تک ہیں جب تک وہ زندہ ہے کوئی نہ کوئی خواہش اوس کے ساتھ لگی ہوئی ہے۔ ہر ایک کا مدعا اپنا ہے صبح و شام سرگرم ہیں اور جب تک زندہ ہے اوس کا کام تمام نہیں ہوسکتا

ہوتی جاتی ہے اندرونی پریشانیاں اور تکالیف زیادہ ہوتی جاتی ہیں بات یہ ہے کہ اگر انسان کی ظاہری ترقی کے ساتھ اوس کی آرزوئیں بھی پاؤں نہ پھیلاتیں۔ تو ممکن تھا کہ کسی خاص حد تک پہونچکر اُس کو فراغت حاصل ہوتی۔ مگر خواہشات کا ایسا نا تمام سلسلہ ہے کہ بادشاہ اور فقیر تارک الدنیا اور نادار سب کو یکساں اپنے گھیرے میں لئے ہوئے ہے۔ سکندر نے اپنی سکندری کے زعم میں لکھ تو دیا تھا کہ میں اگر سکندر نہ ہوتا تو خدا سے دیوجانس[۱] ہونے کی دعا کرتا مگر مرتے دم تک کبھی بھی اوس کو یہ بے فکری نصیب نہ ہوئی جو دیوجانس کو میسر تھی

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے
بہت نکلے مرے ارمان لیکن پھر بھی کم نکلے

محمود کی شادی ہو چکی تھی اور اب چاہیئے تھا کہ عمر بھر کے لئے دنیا بھر کے تفکرات سے نجات ہو جاتا۔ کیونکہ اس سے پہلے رات دن یہی لو لگی ہوئی تھی اور وہ خود کہتا تھا کہ اگر دنیا میں کوئی آرزو ہے تو پیاری جہاں آرا کی دلفریب صورت کا ادا اور نظارہ کرنے کی تمنا ہے اور اس خواہش میں وہ ایسا از خود رفتہ اور محو تھا کہ اوس کو کسی خوشی کی خوشی تھی اور نہ رنج کا رنج کیونکہ درد فراق نے ہر ایک [۲] شئی کو دل سے مٹا دیا تھا۔ نکاح سے دو تین دن پہلے ایف۔ اے۔ کا ریزلٹ نکلا

نوٹ ۱؎ شہر کورنتھ (یونان) میں ایک فلسفی حکیم دیوجانس نامی تھا۔ یہ حکیم جامہ و اسباب سے بے پرواہ زندگی بسر کرتا تھا۔ بہت ہی معمولی کھانا کھاتا اور پھٹے پرانے کپڑے پہنتا اور صرف ایک ٹب اوس پر سایہ کئے تھا اور اسی ادنی حالت میں رہنے کے سبب دیوجانس کلبی کہلاتا تھا۔ سکندر شہر کورنتھ میں گیا۔ تو اس کے گرد اہل شہر کے بڑے بڑے حکیم اور فلسفی مبارکباد کیلئے آئے مگر دیوجانس کلبی نہ آیا سکندر خود اُس سے ملنے گیا۔ یہ حکیم اس وقت دھوپ میں لیٹا تھا۔ ہجوم آدمیوں کو اپنے پاس آتے دیکھکر ذرا اٹھ بیٹھا۔ سکندر نے بہت اخلاق سے اوس کے ساتھ گفتگو کی اور کہا کہ آپ کوئی حاجت ہو تو فرمائیں۔ اس نے جواب دیا کہ آپ ذرا ہٹ جائیں کہ دھوپ رکی ہے۔ یہ بات سنکر سکندر کے رفقا قہقہہ مارکر ہنسے مگر سکندر اس کے استغنا سے خوش ہو گیا اور اُس نے کہا کہ اگر مجھکو خدا نے سکندر نہ بنایا ہوتا تو اوس سے دیوجانس ہونے کی دعا مانگتا [illegible]

نکلا تو سب طالب علم سنتے ہی پرنسپل صاحب کی کوٹھی پر دوڑے گئے۔ بعض نے
تار کے ذریعے رجسٹرار سے خبر منگائی اور دل پھڑک اٹھا۔ خانہ ہی کے گرد صدقہ
ہوا کئے۔ پر اس اندیشے کی مدد سے گھر سے ہی قدم باہر نہ نکالا۔ صادق نے
آ کر کامیابی کا مژدہ سنایا۔ تو ایسا چپ ہو رہا گویا وہ کسی رقیب کی کامیابی کی خبر
تھی یا نکاح کا ہوا تھا کہ پر اس نے خیالات یکایک اس طرح عود کر آئے جیسے اساڑھ
کا مینہ برسے ہی بہتر بکھشان زندہ ہو جاتی ہیں۔ انٹرینس کے امتحان سے
ایم۔ اے۔ کے امتحان تک کا زمانہ محبت کے نشہ میں گزرا اور اس وہم میں
اس سے یہ بھی نہ جانا کہ صبح کدھر ہوتی ہے اور شام کہاں۔ ہمیں تو یہی تعجب
ہے کہ اس نے امتحان پاس کیونکر کیا۔ مگر سچ پوچھئے تو یہ صادق کی سچی اور
بے غرض دوستی کا نتیجہ ہے کہ وہ ہر وقت تاکید کر کے اوسے پڑھائی کی طرف متوجہ
رکھتا تھا۔ خود اس کے ساتھ محنت کرتا۔ قصہ کہانی کے طور پر مضامین اوسے سناتا
اور خود دیکھ کہ بلا کا ذہن تھا۔ ایک دفعہ کا دیکھا اوسے ہمیشہ یاد رہتا تھا۔ آئیں
سا۔ نہیں کہ اس طرح محمود کے ساتھ مضامین کے دہرانے اور سنانے سے
صادق کو بھی بہت فائدہ پہنچا۔ کیونکہ وہ مضامین پھر اوس کے قبضہ میں آگئے
سچ کہا ہے کہ کسی کے ساتھ نیکی برباد نہیں جاتی بلکہ وہ خود اس کے فائدوں
سے متمتع ہوتا ہے۔ (۱) ولا تمنن لان الفائدة الیک عائدة۔

جونہی اوہیں ماہ پہلے جالے کا دن تھا کہ کوئی سوا پہر دن چڑھے ڈاکیے
ایک موٹا لفافہ محمود کے ہاتھ میں دیا کھولا تو پنجاب گورنمنٹ گزٹ تھا
پاس ہونے کی خبر اسے معلوم ہو ہی چکی تھی گزٹ کا دیکھنا تھا کہ اوسے خیال آیا
کہ ضرور اس میں ان شاہ طالب علموں کے نام اور نمبر مندرج ہوں گے۔ اگرچہ

---

(۱) پر لطف ... کی پر احسان نہ جتا کیونکہ اس کا فائدہ تیری طرف
لوٹ آتا ہے

سے پانچ چھ روز پہلے یہہ گزٹ محمود کو دیا گیا ہوتا تو اوس نے فوراً اوسے
طاق میں یا سرہانے بے پروائی سے ڈال دیا ہوتا اور صادق ہی اوسے
کھولتا تو کھولتا مگر اب گزٹ کے دیکھنے سے پھر وہی بیقراری و اضطراب
شروع ہوا جیسا کہ عموماً طالب علموں کو ایسے موقعوں پر ہوتا ہے۔ اور خود مجکو
ایک زمانہ میں جہاں آرا کا خط دیکھکر ہوا تہا۔ ایسی خبروں کی نسبت اوسے معلوم
کرنے کا اوسے ایسا شوق تہا کہ اخبار کے اس صفحہ سے اوس صفحہ پر نہایت ہی
جلدی جلدی نظر دوڑا رہا تہا تاکہ اتنے سارے ناموں میں ایک نام کا اکا ایک
ہی پتا لگتا ذرا مشکل ہے اوس کا رنگ ذرا اور متغیر ہونے لگا اور چہرہ پر ہوائیاں
سی چھوٹنے لگیں اوسے خیال آیا کہ کہیں صادق نے میرا دل تو نہیں رکھا تہا
مگر وہ تو دروغ گو آدمی نہیں۔ کیا وہ نہیں جانتا تہا کہ آخر مجہ سے کب تک
چہپ سکتا ہے۔ اور ایک دفعہ پاس ہونے کی خبر سنکر فیل ہونا کیا رنج
دہ ہوگا۔ اغلطی سے کسی نے تار میں میرا نام تو نہیں بہیجدیا۔ گر تار دینے
والے کو یہہ کیا خبر تہی کہ میں نے بھی امتحان دیا ہے۔ سینٹ ہال میں تو فہرست
پاس شدہ ناموں کی فہرست آویزاں کی جاتی ہے۔ ضرور میرا نام غلطی سے
چہپنا رہگیا۔ مگر یہہ بہی خلاف ہے گزٹ کے چھپنے میں ہمیشہ نہایت صحت
کا خیال رکھا جاتا ہے۔ اور ایسے موقعوں پر تو خصوصاً۔ اہلو! ہماری لال
پاس ہوگیا۔ کیا میں اس سے ہی گیا گذرا ہوا۔ مگر یہہ تو تھرڈ[1] ڈویژن میں
پاس ہوا ہے۔ میرا نام فرسٹ (اول) ہوگا۔ (از سر نو فہرست دیکہنی
شروع کی) رام چند مدرس گورنمنٹ کالج لاہور۔ اوّل مولوی عبد الجبار پرائیوٹ[2]
سٹوڈنٹ دہلی دوم۔ (دو ملیں) اس نے اسکول سے جو سری کی دہرادون

---

[1] درجہ سوم۔
[2] جو طلبا کسی مدرسہ سے امتحان نہ دیں بلکہ خانگی طور پر مستقل آکر شریک ہوں۔

آگے دوڑ (ایں) فرسٹ ڈیویژن میں تو میرا نام ہے نہیں ضرور دویم (سکینڈ)
میں ہوگا۔ (گردن ہلا کر) کوئی نہیں ایک دفعہ ہی چونک کر الحمدللہ کہ موجود ہوں
گزٹ میں اپنا نام دیکھ کر محمود کو تسلی ہوئی۔ اور طبیعت کا اضطراب بھی جاتا
رہا۔ ایک منٹ سے کچھ زیادہ اوس کے چہرہ سے ایک غیر معمولی مسرت
ظاہر رہی جو عمر بھر میں یا تو قاضی جی کے سامنے تھی یا آج یا شاید کبھی اور بھی
ہوئی ہو لیکن ہمیں تو کچھ اچھی طرح یاد نہیں پڑتا۔ پھر اتنے ہی میں کچھ انقباض
اور افسردگی کے آثار نمودار ہونے لگے۔ اس نے گزٹ ہاتھ سے
پھر میز پر رکھ دیا۔ اور خود کرسی سے پیٹھ لگا کر چھت کی طرف جھک گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد
پھر گزٹ ہاتھ میں اٹھایا۔ اور تھوڑا سا سرسری نظر سے دیکھ کر پھر رکھ دیا۔ اور کچھ
دل ہی دل میں سوچنے لگا۔ شاید آج تک میں نے ایسی ذلت سے کوئی امتحان پاس نہیں
کیا جیسا کہ یہ۔ انٹرنس میں میں ضلع میں اول رہا۔ عربی اسکول سے مجھے ایک نقرئی تمغہ اور
پینتیس روپیہ انعام ملا۔ مڈل میں بھی میرے سب سے زیادہ تھے اور اگر اس سال میں بیمار
نہ پڑتا تو ضرور یونیورسٹی میں اول رہتا۔ ایک موقعہ پر جب صاحب انسپکٹر مدارس اسکول کا
معاینہ کر رہے تھے تو میری (دارالعلوم) لیاقت سے خوش ہو کر انہوں نے مجھے (۱) سرٹیفکیٹ اعلیٰ چٹھیاں لکھا
تھا۔ ہیڈ ماسٹر مجھے ایسا چاہتے تھے کہ میں خیال نہیں کر سکتا کہ کسی استاد کو اپنے شاگرد سے
ایسی محبت ہو یوں تو وہ مدرسہ بھر پر جان فدا کرتے ہیں بلکہ میں کہہ سکتا ہوں کہ کسی اور مدرسہ
کے طالب علم کو اپنے ہیڈ ماسٹر سے ماسٹر شہاب (۲) الدین صاحب جیسے مربیانہ شفقت کا عشر عشیر

نوٹ (۱) مہر و دستخط سمیت۔

(۲) خواجہ شہاب الدین صاحب عربی ہائی اسکول دہلی کے ہیڈ ماسٹر ہیں۔ اس شہر کے شریف اور خاندانی آدمی ہیں
مدرسے کے بچوں سے اپنے بچوں سے زیادہ محبت اور شفقت کرتے ہیں خصوصاً اپنے شاگردوں کے ساتھ بالکل بزرگانہ اور مربیانہ
برتاؤ کرتے ہیں مدرسہ چھوڑنے کے بعد بھی ان کے اخلاق اور شفقت میں فرق نہیں آتا بلکہ برتاؤ اور
بھی زیادہ دوستانہ ہو جاتا ہے۔ صرف ان ہی کی کوشش سعی کا نتیجہ ہے کہ یہ یونیورسٹی سے [illegible]
رکھتے ہیں۔ اور مدرسہ میں ملی تعلیم روز افزوں ترقی ہے میں اون مبارک لوگوں کو نہیں بھول سکتا

بہی نصیب نہین مگر مجہے تو اپنے بچّون کے برابر چاہتے تہے - اون کی نصیحتین مجہے آجتک یاد ہیں اور عمر بہر یاد رہینگے - افسوس ہے اس عرصہ مین ایک دن کو بہی اون سے جاکر نہین ملا - مگر اب تو مجہے کہین صورت دکہانے کو بہی جگہ نہین - مین تو اپنے نمبرون مین پاس ہونا فیل ہونے کے برابر سمجہتا ہون (ذرا چونک کر) لاحول ولاقوۃ الا باللہ - یہہ مین نے کیا کہا اس کے یہہ معنے کہ خداوند تعالی کے ایک انعام کے عیوض محرومی کو زیادہ پسند کرتا ہون - خواہ یہہ نمبر کیسے ہی ذلیل ہون مگر فیل ہونے سے تو بہتر - اور بدرجہا بہتر ہین اب اگر کسی کو شکل دکہانے کی جگہ نہین تو چپ ڈوب مرنے کا موقع تہا - اور اب بہی سکتا ہے مین تہرڈ ۱۵ ڈویژن سے تو اوپر ہون مگر کیا خاک اگر دس نمبر اور ہوتے تو وہین تہا - جو مجہ سے زیادہ نمبرون مین پاس ہوئے ہیں مین کہہ سکتا ہون کہ بحیثیت مجموعی مجہ مین اون سے کہین زیادہ استعداد ہے - اگلے سال کالج ہی مین جنرل انٹیلیجنس کا امتحان کسا سخت ہوا تہا - مگر مین سب سے اول رہا - بلکہ میرے نمبرون کا ٹوٹل ۹۵ تہرڈ ایر کے بہی صرف دو طالب علمون سے کم تہا - جن مین سے امیر چند کے نمبر تو پانچ یا سات ہی زیادہ تہے البتہ آغا حسن کے نمبر بہت زیادہ تہے اُس نے شاید پچیس ۲۵ نمبر مجہ سے زیادہ حاصل کئے تہے نہین تیس ہی تو تہے -

محمود کا سلسلہ خیالات منقطع نہ ہوا تہا کہ سامنے کا دروازہ کہلا اور صادق ناصر - حامد - تینون ہاتہ مین ہاتہ ڈالے باتین کرتے اندر داخل ہوئے ان کے آنے پیچہے ممکن نہ تہا کہ محمود اوس خیال مین غلطان و پیچان رہ سکتا - اوس نے میز پر سے گزٹ اُٹہایا اور صادق کے ہاتہ مین دیا -

صادق — اہا گزٹ آگیا ہمین تو پہلے ہی اپنے نمبر معلوم ہو چکے تہے

محمود — یہہ عبدالحق خوب پاس ہوا اس کی تو بہت کم اُمید تہی -

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۲) کہ جب ان کی وہی تعلیم سے [illegible] ہو جاتا تہا اور جب سکول کالج کے مدرسون کی بد اخلاقی دیکہی تو عربی اسکول کی اور ہی قدر ہوئی - سنہ ۹۵ درجہ سوم سنہ ۹۳ محمودہ سنہ ۹۳ کالج کی تعلیم کا تیسرا سال سنہ [illegible] بی - اے کی [illegible] جماعت -

پڑے پاس ناصر نے لفظ شٹر سے۔ اس زور سے کہا کہ سب ہنس پڑے۔

حامد — آج مسٹر صادق جلسہ کرنے والے ہیں۔

محمود — صلاح تو مجھ سے بھی کرتے تھے معلوم نہیں کب ارادہ قائم کی

ناصر — اب جو بات منہ سے کہہ دی ہے پھر بن کے چھوڑا ہی۔

صادق — (حامد کی طرف دیکھ کر) خوب پھبتی اڑائی۔

محمود — لو اور سنو ابھی سے ڈھل گئے۔ ذرا میری طرف دیکھنا۔

ناصر — ہٹے۔ مجھے تو چھیڑا مت کرو۔

حامد — ارے میاں اب پس و پیش کیا سوچ رہے ہو۔ در کار خیر
حاجت ہیچ استخارہ نیست۔

کار خیر پر پھر سب نے زور سے قہقہہ اڑایا۔

صادق — مسٹر محمود نے بہت ٹھکا خوب لگا دیا۔

حامد — ہاں وہی آواز تو کانوں میں گونج رہی ہیں۔ مجھے تو
مولوی الطاف حسین صاحب حالی[۵۲] کی غزل سب سے زیادہ پسند آئی۔ کس قرینے

نوٹ ۵ مقررہ نصاب تعلیم

۵۲ حالی تخلص شمس العلماء مولوی الطاف حسین صاحب کا ہے۔ شہر پانی پت کو آپ کی ولادت سے
شرف ہے مگر اوائل عمر سے دہلی ہی میں رہے ہیں تعلیم پائی۔ اور اب دہلی کے حال
پر اہل دہلی سے زیادہ توجہ فرماں ہیں۔ شاعری میں غالب مرحوم کے شاگرد ہیں زمانہ کا رنگ
دیکھ کر اپنی شاعری کا رنگ ہی بدل دیا اور کلام کو سچ (حقیقت) کے جوہر سے رنگا۔
سچی اور پر درد دل کی باتیں کلام میں درد بہت ہے خصوصاً اسلام کی تباہی اور کمزوری کے
مضامین خون رلاتے ہیں۔ راقم کو اکثر مجالس میں ان کی زبانی نظم سننے کا اتفاق ہوا ہے۔ بے موثر
ادا اور لہجہ ہے۔ نثر بھی جا بجا میں اور تصنیف لکھے ہیں اور آجکل ۱۳۰۰ سے [illegible] و [illegible] کے دساوی
نام کر دیا ہے [illegible] سے دست بردار ہو گئے ہیں حیدرآباد کے [illegible] اور [illegible] دنیا کے [illegible]

سنائے ہیں۔

ہے جستجو کہ خوب سے ہے خوب تر کہاں — اب ٹھہرتی ہے دیکھئے جا کر نظر کہاں

صادق — آوارہ تو تمہاری بھی اس سے کم نہیں۔

محمود — اجی تو کہاں لادھری ہے مگر پھر بھی اچھی ہے اور بہت اچھی ہے۔

حامد — جی ہاں مگر سامعین کانوں میں انگلیاں دے لیتے ہیں اتنی بات تو ضرور ہے۔

محمود — بیہودہ ہو۔ تم اسے کسر نفسی کہتے ہو اور میں کفران نعمت سمجھتا ہوں۔ خدا نے جو تمہیں کوئی خاص صفت عطا فرمائی ہے تو تم اوس کا شکریہ ادا کرنے کے بجائے نظر حقارت سے دیکھتے ہو۔

ناصر — تمنے کسی مولوی کا جھوٹا تو نہیں کھایا کہ ذرا کسی سے ناراض ہوئے اور جھٹ کفر کا فتوی لگایا۔

صادق — (حامد سے) اس وقت تو جی چاہتا ہے کہ تم ہی اس غزل کو سناؤ۔

حامد — ہائیں تو کیا اب تم یہ ہی چاہتے ہو کہ بھائی محمود اپنے فتوے پر مہر بھی کر لائیں۔

صادق — اجی سناؤ بھی — سناؤ

حامد

ہے جستجو کہ خوب سے ہے خوب تر کہاں — اب ٹھہرتی ہے دیکھئے جا کر نظر کہاں
ہیں دور جام اول شب میں خودی سے دور — ہوتی ہے آج دیکھئے ہم کو سحر کہاں
یارب اس اختلاط کا انجام ہو بخیر — تھا اس کو ہم سے ربط مگر اس قدر کہاں
اک عمر چاہیئے کہ گوارا ہو نیش عشق — رکھی ہے آج لذت زخم جگر کہاں
بس ہو چکا بیان کسل و رنج و راہ کا — خط کا مرے جواب ہے اب نامہ بر کہاں

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۴) کا عالی دی او اس قوم کی فدائی سے عرب اسکول کی ملازمت چھوڑ کر قوم کی خدمت اختیار کی۔ راقم کو آپ سے شرف تلمذ حاصل ہے۔

ہم جیسے مر رہے ہیں وہ بات ہی کچھ اور ہے — عالم میں تجھ سے لاکھ سہی تو مگر کہاں
ہوتی ہیں قبول دعائیں کب عشق کی — دل چاہتا نہ ہو تو زباں میں اثر کہاں
خالی نشاط نغمہ و مے ڈھونڈتے ہو اب — آئے ہو وقت صبح رہے رات بھر کہاں

ناصر — بیشک تمہاری آواز بہت اچھی ہے۔

صادق — کیا کہا ہم سنگے۔

صادق نے جو آہستہ سے یہ فقرہ کہا۔ تو حامد کسیقدر جھینپا اور اس پر سب ہنس دیئے مگر محمود مسکرا کر ہی چپکا ہو رہا۔

صادق — (محمود کی طرف دیکھکر) کیا کوئی یاد آرہا ہے۔

ناصر — ہم کو خبر تو ہے نہیں آج یہ سسرال کی چالاکیوں میں آگئی۔

خدمتگار — حضور کھانا حاضر ہے۔

محمود — اوّل طعام بعدہٗ کلام۔

باب سوم

اگست خوبرو و نہاگوش دلفریب سے کوٹھہ وارہ خانم فیروزہ سماں ہے۔ شام کے چھ بج چکے ہیں کچھ سہانا وقت ہے ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کے جھونکے شمالی دروازہ سے داخل ہو کر دل پر ایک عجیب کیفیت پیدا کرتے ہیں اور اپنے ہمراہ کسی کے گرم گرم سانس لیکر مغربی دروازہ سے نکل جاتے ہیں۔ افق شمال سے کالے کالے بادلوں کی گھٹائیں نہایت جوش و خروش کے ساتھ اٹھ اٹھ کر سمت الراس کی طرف اڑی چلی آتی ہیں اور جمع ہوتے جاتے ہیں۔ ان کی

نوٹ ۱۵ شادی کے بعد عروس کے والدین اور رشتہ کے افراد دولہا دلہن کو اپنے گھر بلا کر دعوت کرتے ہیں [illegible] سلامی وغیرہ [illegible] عموماً [illegible] آخری [illegible]

سرمئی اور کسقدر سیاہی مائل دودھیائی رنگت ہین ہلکی ہلکی بجلی عجب انداز کے ساتھ دلفریبی سے چمکتی آرہی ہے ۔ بیچارے پرند گرد و نواح کے ہرے ہرے جنگلون اور باغون سے چہچہاکر بسیرے کی فکر مین بڑی تیزی سے فضاء آسمان مین اڑتے ہوئے نظر آرہے ہین اور بھنورون کی چھائی ہوئی پرواز اور انواع و اقسام کے رنگت کے ابر اُمڈ چھائے ہوئے آسمان پر اور ہی جوبن برسنے لگا ہے اب کچھ اکا دکا بوندہی پڑنے لگی اور سیل نے کسیقدر تیزی ہیئت اختیار کر لی ہے بازارون مین لوگون کی رفتار مین ایک غیر معمولی سرعت پیدا ہوگئی ہے اور ہر شخص دامن دبا کر گھر پہونچنے کی فکر مین قدم بڑھائے چلا جاتا ہے ۔ اس وقت آسمان و زمین کی یکسان کیفیت ہے وہان پرندون کی وہ حالت ادھر لوگون کی یہہ صورت ہے ۔[1]

اس بالاخانہ پر دیکھئے تو شمسو اور اس کی پیاری بی بی جہان آرا بیٹھے بیٹھے باتین کر رہے ہین محمود ایک عمدہ قمیص اور اوس پر سیاہ السپکے کی کوٹ پہنے ایک پلنگ سے پیٹھ لگائے کسیقدر پیر پھیلائے ہوئے بیٹھا ہے ۔ ترکش کیپ پیٹ کے پیچھے پلنگ پر رکھی ہوئی ہے ۔ اور سامنے کہونٹی پر سر دائی لٹک رہی ہے ان کے قریب ہی جہان آرا بیگم ہے اور اپنے پیارے شوہر کے واسطے پان بنا رہی ہین پاس ہی نگہار دان سامنے کھلا رکھا ہے اور سبو کی لپٹیں آرہی ہین پہلو مین آدھا فرش پر پڑا ہے اور تہوڑی دور پر گہنے کا صندوقچہ کھلا دھرا ہے جس مین قیمتی گہنے ہین ۔

تعلیم نے اوس کی اور جاہل عورتون کے خیالات مین بڑا فرق پیدا کر دیا تہا اور اس سبب سے زیور کی قدر و قیمت اوس کی نظر سے گر گئی ہی اوس کا

نوٹ [1] مسٹر شمس الحق نے راقم کو ایک خط مین یہہ بین لکھا تہا مین نے اون کی یادگار کے طور پر یہان بیان کر دیا ۔

حال تہا کہ روپیہ پور کی صورت میں نہ تو آسایش پہونچا سکتا ہے اور نہ آرایش ہی دے سکتا ہے۔ بلکہ اس کی بدلے جان و مال کے نقصان کا سبب ہے۔ اس سبب سے وہ گہنا رکہنا ہی نہیں چاہیے تہے رضیہ بیگم نے اس خیال سے کہ مبادا لوگ طعن کریں اوسے بہاری بہاری رقمیں بہی دی تہیں۔ اور یوں تو کونسا گہنا تہا جو اوس کے پاس نہ ہو مگر وہ سب صندوقچہ ہی میں رہے اس وقت اوس کے کانوں میں بالیاں دو دو جڑاؤ پتہ اور سکلیاں تہیں۔ ہاتہوں میں نیم نیں طلائی جوڑ بان اور دو دو انگوٹہیاں گلے میں گلوبند اور پیروں میں صرف چاندی کے چہلے۔ اور یہی گہنا تہا کہ وہ ہر وقت پہنے رہا کرتے تہے اور کہیں آنے جانے ہی تو اوس نے کبہی اس سے زیادہ نہیں پہنا۔ مگر اوس کا لباس ہمیشہ بڑے بانکپن کا ہوتا تہا۔ اور اگرچہ گوٹا کناری کی بہرمار اوس میں نہ تہی مگر اوس دلفریب حسن کو لے اٹہنے کی اون میں ان بہاری بہاری جوڑوں سے زیادہ قوت تہی جو اپنے اصلی بہار اور خوبصورتی کو گہرو اور ٹہنہ کی مدد کر دیتے ہیں۔

اوس نے ایک دلربایانہ انداز سے پان بنایا۔ اور مسعود کو دیکر سنگہار دان بند کرنے لگی تو پاس سے آئینہ اٹہایا۔ اور تہوڑی دیر تک بال سنوارنے کی غرض آئینہ دیکہتی رہی۔

مسعود خدا جانے یہ آرایش کریگی قتل کس کس کو۔
طلب ہوتا ہے سادہ آئینہ کو یاد کرتے ہیں۔

جہاں آرا (ذرا مسکراتے ہوئے اور ترچہی نظر کرکے) بس تمہاری تو وہی باتیں چلی جاتی ہیں۔

مسعود آئینہ دیکہہ رہے ہو اور پہر میری بات کا یقین نہیں آتا۔

جہاں آرا اے ہٹ آئینہ اندر رکہ سنگہار دان بند کر دیا۔ اور صندوقچہ قفل لگانے کے لئے اوسی طرف گہسا۔

مسعود یہ گہنا کیوں نہیں پہنا کرتیں۔

جہاں آرا — سہرا تو زیادہ گہنے سے بھی گہلا تا ہے۔ شاباش ہے اُن لوگوں کو جو مانگے کا پہن پہن کر آتے ہیں۔

محمود — شاید وہ گہنا پہنکر زیادہ خوبصورت معلوم ہوتے ہونگے۔

جہاں آرا — پھر یاں تو تم سے زیادہ میں خوب جانتی ہوں۔ جو شخص فی الحقیقت خوبصورت ہے۔ وہ تو لوگوں کی آنکھوں میں خواہ گہنا پہنے یا نہ پہنے بھلا معلوم ہوگا اور بدصورت ہے تو ایک گہنا کیا ہزار گہنے پہنے تو شکل تو بدلتی ہی نہیں۔ آخر اس ہندوستان کے علاوہ دنیا میں اور لوگ بھی تو بستے ہیں اُن کا حسن و جمال نہیں یا خوبصورتی کی قدر نہیں۔ مگر یورپ کی چھٹکار کسی قوم میں نہیں۔ مجھکو یاد ہے کہ جن دنوں میں مس ڈوڈ ہمیں پڑھانے آتی تھیں۔ تو ترک کی عورتیں تک اون کو دیکھنے کی خاطر ہمارے ہاں آیا کرتی تھیں اور وہ اچھی خاصی اون کو حسن بھی لاکھوں میں انتخاب دیا تھا۔ میں تو بھی حیران ہوں کہ جب ہم عورتیں اون کو اتنا پسند کرتی ہیں تو مرد لوگ کیوں نہ مرتے ہونگے مگر میں نے کبھی اون کے ہاتھ میں ایک چاندی کا چھلا بھی نہیں دیکھا اور پھر اون کے ہاتھ ایسے بھلے معلوم ہوتے تھے کہ انسان دیکھا کرے۔ سعدی نے کیا اچھا کہا ہے۔

اگر خوبرو و نا گوش دلربا

بے گوشوارہ ماتم قمر ورقماہ است

یہاں تک کہ بیاہ میں سیکڑوں ہی عورتیں آئی تھیں۔ مگر جو جو خوبصورت تھیں اون کو بھی گہنا بھی اچھا معلوم ہوتا تھا۔ ایک موٹی ذرا جا سے کون نہیں سیاہ فام بدشکل سے ڈھینگی۔ یہ سب گہنے میں لدی ہوئی تھیں۔ خدا جھوٹ نہ بلوائے تو سیروں ہی چاندی سونا اوس پر لدا ہوا تھا۔ کپڑے بھی زرق برق مگر وہ کپڑا اور گہنا اون پر ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے مردو شاید محلس میں اوس تائی کا نہ تھا۔ لیکن اگر وہ جھومر اون کے ماتھے سے اتار کر فرش پر دھر دیا جاتا۔ تو بڑا ہی خوشنما معلوم ہوتا۔ انہوں نے غصہ سے یہ کہا کہ جب ہم یہاں سے چلنے لگیں تو مسی بیگم کی

تو اون کو دیکھہ دیکھہ کر بیٹی کے مارے لوٹی جاتی تھیں۔

ایک اور بہو جو مالدار دوپٹہ اوڑھ کر آئی تھیں۔ سمجھ رہی تھیں کہ ہاتھ لگانے سے جھڑی جاتی ہے۔ اور اون کا نام سہا جاتا تھا۔ جب [illegible] ان کا خیال ہوتا تو اوڑھ کر کیوں آئی تھیں۔ ایک [illegible] پھرتی [illegible] دلہن کو دیکھنے گئیں ارادہ تو [illegible] مگر دل نہ مانا [illegible] دالان کے ستون سے لگی کھڑی ہیں اور [illegible] اور [illegible] وہاں [illegible] لگ رہی تھی۔ اور ضرور [illegible] کہا ہی کہ آؤ تو ہم بھی دلہن کو دیکھو مگر [illegible] دل میں کہا کہ افسوس ان کا [illegible]

[illegible] مصرع [illegible]

ایک قدم یہاں ہے ایک وہاں تم ذرا اللہ کی [illegible] بیچاری میں بہت مروت کے آدمی اور [illegible] چاہتی ہی [illegible] ہی پاس لگی رہیں۔ اکثر دو دو چار چار آدمی ہی [illegible] پاس [illegible] انہوں نے [illegible] اپنے اپنے کام میں [illegible] اور ہیں اور وہ اکیلی۔ بیچاری [illegible] ہو گیا۔ اور [illegible] چھوڑ کر چلی دیں۔ مگر پھر خیال آیا کہ اماں [illegible] گی تو [illegible] کہ اسی وقت اکیلا چھوڑنا تھا۔ وہ میرے پاس آ [illegible] اور پھر [illegible]

اتنے میں اون کے ہاں کی ماما دکھائی دی [illegible] بلا کر چاہا [illegible] کان میں کہا کہ میرے کان سے [illegible] اوہ بھائی کا [illegible] ابھی [illegible] ہمیں کہیں۔ جلدی [illegible] ڈھونڈو مگر [illegible] کسی کو [illegible] وہ [illegible] تو اپنے میاں سے جا لگائیں گی [illegible] اس وقت بھول آ رہے ہیں۔ خدا خیر رکھے یا اللہ مل جائے [illegible] شاہ نصیر اللہ [illegible] کی [illegible] تو اون



محمود — اگر ایسی ہی غیرت ہوتی تو مانگے کا پہن کر کیوں آتیں۔

جہاں آرا — ہماری سوسائٹی کا تو کچھ ایسا ہی رنگ بگڑا ہے کہ جو باتیں شرم کی ہیں ان کی لوگ کچھ پروا نہیں۔ اور خواہ مخواہ کی رسمیں اور فیشن نکال رکھے ہیں۔ کہ ان کا کہیں ٹھکانا نہیں۔ نہ خدا کا حکم نہ رسول کا۔ نہ عقل کا اور نہ کسی مہذب قوم کا بلکہ اکثر تو گناہ ہیں۔

محمود — گہنا پہننا تو مسلمانوں نے ہندوؤں سے سیکھا ہے۔

جہاں آرا — مشکل تو یہ ہے کہ اب سب کو ایسا شوق چڑھا یا ہے کہ امیر یا غریب گھر کا دوالہ ہی کیوں نہ نکلا ہوا ہو مگر گہنا ضرور ہو۔ ورنہ ہمیشہ ان ہی ناک کٹی ہے سو صورتی بدصورتی کو ہی جانے دو جس کو مقدور ہو وہی پہنے مگر چاہے فاقہ کریں سنار کا گھر ضرور بھریں۔

محمود — رسم و رواج کے پیچھے یہاں جان دیتے ہیں بعض بعض عورتوں کے کان تو میں نے ہی دیکھے کہ بوجھ نہ سہار سکے اور کٹ کٹ گئے مگر پھر چھدوائے یہ ان کی ہمت ہے۔

جہاں آرا — یہ ایسی بات ہے جیسا کہ جنگلی ہاریاں اپنے بدن کو گود گود کر جانوروں کی شکلیں بناتے ہیں۔ کیا ان کو تکلیف نہ معلوم ہوتی ہوگی مگر ان کو وہ ایسا اچھا معلوم ہوتا ہے کہ ساری تکلیفیں برداشت کرتی ہیں۔ ایسا ہی گہنا پہننا ہے کہ عادت پڑ گئی ہے اب وہ ان کی نظروں میں اچھا معلوم ہوتا ہے اگر ایک عرصہ تک پہننا چھوڑ دیں تو پھر سب کے سب ہی اچھے معلوم ہونے لگیں۔

محمود — غضب تو یہ ہے کہ ہم نا جاہل اگر علم ہو تو ایسی ایسی باتیں خود سوچنے لگیں اب تو سمجھانے سے بھی سمجھنے والے بس ہیں جب تک

اسکے علاوہ جان کا بھی ضرر ہے اکثر اخبار میں میری نظر سے ایسی ہی وارداتیں
گذرتی ہیں - کہ کسی چور نے گہنے کے لالچ سے بچہ یا کسی عورت کو قتل
کر ڈالا - صندوقچہ چرا کر لے گیا - بچے کو کنوئیں میں پھینک دیا - اور زیور
لیکر بھاگ گیا -

جہاں آرا انگریزوں نے دختر کشی اور ستی کا تو انتظام کیا -
میں تو خوش ہوتی اگر قانوناً زیور کی بھی ممانعت ہو جاتی -

محمود طبیعتوں میں مرض کا مادہ بہت بڑھا ہوا ہے جسطرح
ہندوؤں کو دیکھکر بعض نے اور بعض سے سب نے پردہ اختیار
کیا - اسیطرح آسانی سے چھوڑ بھی دیں اگر کوئی ہمت کرکے پہلے ہی
پہل ان کے لئے نمونہ بنے اوّل اوّل تو وہ انگشت نما بھی ہوگا -
طعنوں میں اوس کے چرچے بھی ہوں گے - مگر ہر کوئی اللہ کا بندہ
ایسا بھی ضرور ہوگا جو اوس کی تقلید کرے پھر دو سے تین اور تین
سے چار اور پھر انشاء اللہ سب - مگر ہاں ساتھ ہی تعلیم کی بھی بہت ضرورت
ہے یہ ساری خرابیاں جہالت کی ہیں -

جہاں آرا جہالت سی جہالت ہے کہ پیسہ کو بہت سمجھتی ہیں - سو دو ماشے کا ٹیکہ
پہن کر جا بیٹھتی ہیں - کہ ملنے جلنے والیوں پر ناک رہے - ان کی کیا خاک عزت
رہ جاتی ہوگی اگر ان میں سے ایک کو بھی یہ معلوم ہو گیا کہ یہ انکا نہیں بلکہ
مانگے کا ہے اللہ بخشے نانی اماں ایک حکایت بیان کیا کرتی تھیں - کہ ایک
بیوی کسی کی چنپا کلی مانگے کی پہن کر گئیں اتفاق سے جنہوں سے وہ لے گئی
تھیں اون کو بھی وہیں جانا ہوا - مروت کے مارے اوس وقت تو وہ کچھ نہ بولیں
مگر کم حوصلگی سے اتنا نہ ہو سکا کہ وہ یہ نہ جتاتیں کہ یہ میری چنپا کلی ہے
جب سب کھانا کھانے بیٹھے تو اون سے مخاطب ہو کر کہا ہیں کہ بوا

ذرا چھوٹا تو الگ کہنا میرے چنپا کلی کا ڈورا بودا ہے کہین ٹوٹ نہ جائے لہ

باب چہارم

بہ آسیب بستہ ام شیرازۂ الفت ہمائے را — جو تار سبحہ پنہان ہے دو اہم رشتہ دلہا

گلعذار نازنین اور نونہال حامد کے لئے آجکل موسم بہار ہے جو دن آتا ہے وہ نوخیز حسینہ کے حسن کو زیادہ اور زیادہ تکمیل کی حالت مین دیکھتا ہے۔ اور مشاطۂ قدرت نہایت احتیاط کرتی ہے کہ خط و خال کی درستی مین کہین کوئی نکتہ چوک نہ جائے۔ اوس کا خوشنما اور باحیا چہرہ کنول کے پھول کی طرح کھلا رہتا ہے۔ اور ہر ایک بات پر ایک سادہ اور دلفریب مسکراہٹ اوس کی خوش خلقی اور نیک طینتی کا ثبوت دیتی ہے اوس کی آنکھین اگرچہ باحیا ہیں مگر جب وہ ایک خاص ادا کے ساتھ لمحہ کے لمحہ اوپر نظر کرکے جھکا لیتی ہے تو ادھر تو کمان ابرو دل و جگر کو نشانہ بناتی ہے ادھر تبسم غضب کی بجلیان گراتا ہے جسطرح اپریل کے شروع مین پھلوارے کی کثرت ہوتی ہے اسیطرح چودھوین سال کے شروع مین خوبصورت لڑکی کے حسن کو ترقی اتی ہے ؎

عصمت کے دل میں مراد و تمنا ہیں وہ آئے ہوئے
اڑائے پھرتا ہے جوبن برق نمائے ہوئے

اس لڑکی کی ماں کشمیری دروازہ اپنی جائداد مین رہتی تھین جس کی آمدنی اتنی معقول تھی کہ اپنے خاوند کے مرنے کے بعد اونکو کبھی اپنی چھوٹی یتیم لڑکی کی پرورش مین جس کی عمر اوس وقت صرف چھ سال کی تھی تنگی نہیں واقع ہوئی۔ ان کا اور حامد کا

نوٹ لہ خدا جس رکہے مولوی ظہیر حسن صاحب سخنور (جو اردو ڈسٹرکٹ میں مدرس فارسی اور مصر کے قیام حیدرآباد کے زمانہ میں ہمایت ... سادہ سامیہ فرماتے) یہ مکان سنکے تو فرمایا کہ اس مصرع یہ جواب پاکر ہوا السما ہی سمجھ کا ... سے کون گر ڈال رہی ہے۔

کوئی رشتہ تو نہ تھا مگر خدا مغفرت کرے فاطمہ بیگم (حامد کی والدہ) نے اون کو بہن بنا لیا تھا اور اس خوبی سے انہوں نے اس بہناپے کو نباہا کہ آج حقیقی بہنوں میں اتنا ملاپ نہ ہوگا۔ ایک کے دکھ درد کی دوسرے کو تاب نہ تھی۔ ہم نے تو سنا ہے کہ فاطمہ بیگم نے کبھی کوئی کام اون کے بے صلاح و مشورہ کیا ہو۔ ذرا سی بات ہوئی اور جھٹ بلا بھیجا۔ محمود اور حامد چھٹپنے ہی سے اون کے ہاں جاتے تھے۔ اور وہ اِدھر دم پھر کی تھیں۔ نار مین کے بارہ میں بہتیرا لوگوں نے کہا کہ اب ماشاء اللہ لڑکی سیانی ہوئی جاتی ہے اسے چھپانا چاہیئے۔ مگر انہوں نے ہمیشہ یہی جواب دیا کہ اگر میں اپنی حقیقی بہن کی اولاد سے چھپاؤں تو اوس سے بھی پردہ کروں۔ مجھے یہ لڑکے اپنی لڑکی سے کچھ کم پیارے تھوڑا ہی ہیں؟ ان ہی بیچاری کا قدم بیچ میں تھا جو میاں محمود کو جہاں آرا مل بھی گئیں ورنہ ادھر کی دنیا اودھر ہو جاتی فاطمہ بیگم تو نواب ذوالفقار علی کے ہاں سے منگنی چھٹانے والی تھیں نہیں اور پرانی بڑھیاں تو ابتک یہی کہتی ہیں کہ اوسی کا نتیجہ ہے کہ بیٹے کے سہرہ دیکھنے کی آرزو دل کی دل ہی میں لے گئیں۔ آج منگنی چھوٹی بیس دن بعد بیچاری حاصی اچھی بھلی چنگی دو گھنٹے کے درمیان چٹ پٹ ہو گئیں اس گھڑی کا نگوڑا اور دا اٹھا تھا کہ پھر دم ہی لیکر ٹلا۔

فاطمہ بیگم مریں تو سیدالنساء بیگم کو سخت رنج ہوا۔ جب تک اون کی قبر پر پھول نہ پھول اٹھیں۔ وہ پھول سونگھنے تک نہیں کبھی نعمل کا سوہ ہو جب تک بہن کے نام کا مسی میں نہ بھجوا لیتا۔ چکھنا تک حرام تھا۔ اگرچہ فاطمہ بیگم کو مرے تھوڑے ہی دن ہوئے تھے۔ مگر انہوں نے محمود کی شادی کر دی۔ کیونکہ انہوں نے کہا کہ "اوّل تو تین دن سے زیادہ سوگ رکھنا منع ہے اور اب تو پورے چار ماہ گذر چکے۔ دوسرے بچوں (حامد و محمود) کو دیکھتی ہوں تو نہایت بے آرام کوئی اتنا نہیں کہ کھٹا پھٹا کپڑا سی دے۔ یا گھر میں آئیں تو پوچھ تاچھ کرے" بیچاری نے بیاہ کا سامان بڑی دھوم سے کیا اور ایسا کیا کہ دیکھنے والے کہتے تھے کہ اگر اپنی ماں بھی کرتی تو ایسا ہی کرتی۔ اثنا شادی میں انہوں نے کئی دفعہ بہن کی یاد میں آنسو بہائے

جہان آرا انہی نئی بیاہی ہوئی تہی - دنیا کی شرم یا محمود کی اصرار یا خود اپنی محبت سے
انہون نے محمود کے ہمراہ رہنا اختیار کر لیا تہا - کیونکہ انتظام خانگی کے لئے ایک
تجربہ کار بزرگ کی ضرورت آج کل زیادہ تہی - مگر اون کی تمام توجہ حامد کی طرف
تہی کیونکہ مان کے مرنے سے اُس کو بہت تکلیف تہی - یہہ قدرتی سبب ایسا پیدا
ہوا کہ حامد کو نازنین لڑکی کی خوبیون سے رفتہ رفتہ اچھی طرح آگہی ہو گئی - سیاہ بیگم
ضعف بصارت کے سبب خود تو کچھہ کام کرتی نہ تہیں اور نازنین کا یہہ حال تہا کہ گہر
مین کسی کا کام ہو اُس کو نہایت پہرتی اور سلیقہ سے سب کچھہ ہی کر دیتی تہی -

ایک ایسا اتفاق ہوا کہ گرمی کی ٹہنڈی راتون مین جب ماہتاب کی
روشنی اور خنک ہوا کے جہونکے نہایت خوش گوار ہوتے ہین - حامد سونے
کی خاطر بالاخانہ پر گیا - اور اون نے دیکہا کہ اُس کا پلنگ کسی نواب یا راجہ کی
مسہری یا کسی نوعروس کے چہپرکہٹ سے بہی زیادہ مزین ہے پلنگ پر نہایت
سفید غلطے کسی ہوئی چادر جس مین چلبن اور جہالر چہار دسے رہی تہی بچہی ہوئی
ہے - اور نرم نرم تکیون پر ریشمی خوبصورت غلاف چڑہے ہوئے تکیہ کے
سرا پر سونے کے پہولون کی بنی ہوئی ایک جہلملاتی ہے جس کی خوبصورتی کو اسکی
منچیں آنکہیں کتنی دیر تک استعجاب سے دیکہا کین - اوس نے نہایت شوق
سے اُس کو چکر دیا اور ساتہہ ہی خود بہی گویا عالم محویت مین ایک سانس اداسی
چہوڑا - پلنگ کے برابر دونو طرف دو چہوٹی چہوٹی تپائیاں ہیں جن پر دو گلدستے رکہے
ہوئے تہے جس مین خوشبودار گلاب کے پہولون کی پیاری پیاری خوشبو ہوا کو
معطر کر رہی تہی - اوس نے دل مین کہا کہ شاید جنت کی حورین اس سے زیادہ
خوبصورتی سے خدمت نہ کر سکین گی کیونکہ وہ اون سے کہین زیادہ ہے ساتہہ
ہی ایسی خوش نصیبی کے خیال نے اوس کے دل مین ایک مسرت کا بہرا ہوا جوش
پیدا کیا - اور نہایت آرام سے میٹہی نیند سو گیا

اگر میرا قلم تصویر کی دستکاریون کا فوٹو الفاظ مین کہینچ سکتا ہے - اگر مین

ہر ایک خوبصورت نادر پھول کے رنگ میں جو موسم بہار میں کھلتا ہے آؤ ڈبو سکتا ہوں اگرچہ یہ ممکن ہے کہ بلبل ہزار داستان نسیم و گلشن راگ میرے قلم سے پیدا ہونے لگیں۔ تو شاید یہ ناقابل مصنف اس لائق ہو کہ پری کا چہرہ نازنین کے ہر ایک دل لبھانے والی ادا جو اوس کے ایک ایک معصوم کام سے ہر وقت ظاہر ہوتی تھی بیان کر سکے۔ یا اُس شگفتہ اور بشاش چہرہ کی تصویر دکھا سکے یا ناظرین کے کان تک اُس دلکش آواز جو وقت تکلم کسی چہرہ داؤدی سے نکلتے تھے سنا سکے۔ یہ خوش قسمتی اُس مبارک مکان کے باسیوں کے حصہ میں ہی تھی جس میں نازنین کا منور چہرہ الشمس فی الغمام تھا۔ اور زیادہ تر حامد اس کی قدر کرتا تھا اگر حامد اُس کی قدر نہ کرتا تو وہ ناقدری کا ملزم سمجھا جا سکتا تھا۔ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ حامد نے کچھ فرمائش چھوٹوں کی ہو اور بڑوں کی اور اُس کی تعمیل نہ ہوئی ہو اور تعمیل بھی بے دلی کے نہیں شوق اور سرگرمی سے۔ بلکہ ہمیشہ کوئی نہ کوئی بات اوس میں فرمایش سے زیادہ ہوتی تھی۔ اس کے علاوہ بھی کوئی نہ کوئی عمدہ تحفہ جو خود نازنین کے سگھڑ ہاتھ تیار کر سکتے۔ اکثر پیش کیا جاتا تھا اور روزمرہ کے معمولی کام تو جس پابندی اور خوبصورتی سے کئے جاتے تھے کہا جا سکتا ہے کہ اس سے زیادہ ناممکن ہے۔

حامد کی طرف سے بھی نازنین کے انداز عجیب اور کچھ اور سب پسندیدہ ہوتے تھے جس میں ایک خاص الفت اور مہربانی کی بو آتی تھی۔ اور جو کوئی نادر عمدہ چیز وہ دیکھتا کبھی اوس کے خریدنے میں دریغ نہ کرتا۔ اور اکثر بلاواسطہ اور کبھی کبھی بواسطہ کسی اور کے دوست نازنین تک پہنچا کر اُس کے صبیح نازک ہونٹوں پر مسکراہٹ (جو اُس کا شکریہ ظاہر کرتی تھی) دیکھ کر باغ باغ ہوتا تھا۔

یہ ایک بے فکری اور عیش کا زمانہ تھا جو ان دونوں کو حاصل تھا عالم باغ میں اپنے بے غم اور خوش ایسے ہوتے جیسے یہ تھے۔ چونکہ ایک دوسرے کو اپنے محبت پر کامل اعتماد اور ناز تھا۔ اسلئے اکثر حامد کی فرمایشیں عجیب و غریب

ہونے لگیں تہیں ایک دن رات کے وقت شدّت سے ابر آرہا تہا جس نے اندہیری رات کی تاریکی کو اور ترقی دے رکہی تہی۔ مینہ زور و شور سے پڑ رہا تہا۔ اور پانی کثرت سے صحن خانہ میں بہتا تہا۔ رات کا کہانا کہا کر محمود جہان آرا۔ حامد۔ بلقیس اور ناز میں دالان میں بیٹہے مزے سے باتیں کر رہے تہے۔ مگر اس گفتگو میں ناز بہت بہت کم حصّہ لیتی تہی۔ صرف اسی بات کا جواب دیتی تہی جو اُس سے کی جائے۔ اور سب سے ذرا ہٹ کے بلقیس کے پہلو میں بیٹہی تہی۔

حامد — کس شدّت سے پیاس لگ رہی ہے۔

بلقیس — (گلاس و صراحی کی طرف اشارہ کرکے) دہرا پانی۔

حامد — گرم ہوگا۔ صحن کی ٹہلیا میں ٹہنڈا ہے۔ اُس پر برابر مینہ پڑ رہا ہے۔

بلقیس — وہاں جاکر کون اپنے کپڑے بہگوئے۔

حامد — تو میں تم سے کب کہتا ہوں۔

ناز میں سمجہہ گئی کہ یہہ اشارہ کدہر ہے۔ پہلے تو ذرا جہجکی مگر اُس اندرونی جوش سے جو ہمیشہ محنّت کے کاموں میں مستعدی ظاہر کرنے کا شایق ہے مجبور ہوکر وہ اپنی معمولی دلربایانہ ادا سے اٹہی اور بارش کا بالکل خیال نہ کرکے پانی کا ایک لبالب گلاس بہر لائی۔ اوس نے دالان میں قدم رکہا اور ہر ایک آنکہہ ایک عجیب غور سے اوسے دیکہنے لگی۔ صرف حامد نے دانستہ اپنی نظر دوسری طرف متوجہ کی۔ ایک خاص شرمیلے انداز سے اوس کے قریب جاکر اپنے نازک پیارے ہاتہہ اُس نے حامد کی طرف بڑہائے مگر حامد کی شریر آنکہیں ابہی ادہر متوجہ نہ ہوئی تہیں۔ چند سکنڈ انتظار کرکے اوس نے اپنے ہاتہوں کو اور زیادہ بڑہایا۔ اور سب لوگ جو دالان میں موجود تہے۔ برابر اُسکو دیکہنے لگے۔ حامد نے بکایک ادہر نظر ڈالی اور کسیقدر تاک نازمیں لڑکی کو

دیکھا - مگر جب وہ نظریں نازنین کی نظر سے دو چار ہوئیں تو اُس کا نازک
بدن تھرتھرانے لگا - اور ہاتھوں کے رعشہ سے لبالب گلاس سے اسطرح
پانی چھلکا کہ حامد کے دامن بھیگ گئے پانی کے گرنے سے گویا نازنین
پر سینکڑوں گھڑے پانی پڑ گیا - اور بہت غنیمت ہوا کہ حامد نے فوراً
گلاس لیکر پی لیا -

ہمنے بارہا حامد کو یہ کہتے سنا کہ اس سے زیادہ تسکین وہ پانی اوسے
پھر کبھی نصیب نہ ہوا - کیونکہ اس گلاس نے اوسے محبت کے سمندر مین غوطہ دیا

باب پنجم

دل سے خیال دوست بھلایا نہ جائیگا ۔۔۔ سینہ میں داغ ہے کہ مٹایا نہ جائیگا
ہم کو ہزار شرم سہی مجھکو لاکھ ضبط ۔۔۔ اُلفت وہ راز ہے کہ چھپایا نہ جائیگا
مقصود اسکا کچھ نہ کھلا لیکن اسقدر ۔۔۔ یعنے وہ ڈھونڈتے ہیں جو پایا نہ جائیگا

رات کا وقت ہے تقریباً بارہ بج چکے ہونگے - دلربا نازنین اپنے کمرہ
میں بیٹھی کچھ سی رہی ہے - چار گھنٹہ برابر سیتے سیتے اوس کے ہاتھ
اور آنکھیں تھک گئی ہیں نیند کا خمار مجبور کر رہا ہے کہ اب آرام کرے
مگر وہ اسے کام میں ایسی مستعد ہے کہ ذرا اکی ذرا انکھ سے جھپٹا لگا لیتی
ہے اور پھر نہایت چالاکی سے اپنے کام میں مصروف ہو جاتی ہے -
اوس نے گھڑی کی طرف دیکھا اور آہستہ سے کہا کہ چاہے کتنی رات کیوں
نہ جائے میں تو پورا ہی کر کے اٹھوں گی اور اس کام ہی صرف پھر ہی بھر کا
باقی ہے جسکا بہت سا حصہ تو شیون سے ہوگا - مگر مین نے آج پہلے ہی پہل جتنا اوس
قسمت کی تیرہ وانی ہی ہے خدا کرے ٹھیک اور پسند آئے - جوں جوں وہ اپنے
کام کی تکمیل کرتی جاتی تھی اوس کے چہرہ پر بے ساختہ بشاشت کے ایک قسم کی افسردگی
چھائی جاتی تھی - تھوڑی دیر بعد اوس نے پھر اپنے کام کو جانچا - اور معلوم کیا کہ ابھی

ایک گھنٹہ کا کام اور رہا ہے۔ ہاتھہ سے کپڑا رکھکر اور بیٹھ تکیہ سے لگا کر اوس نے اپنے تھکے ہوئے اعضا کو آرام دیا اور آہستہ سے پاؤں پھیلا دیے۔ نیند جو اوس کی آنکھوں میں بھر رہی تھی اسطرح بیکار دیکھکر پھر غلبہ کر آئی۔ مگر اُس نے عہد کر لیا تھا کہ بغیر سیئے نہ سوئیگی۔ لہذا اپنے تئیں دوسری طرف متوجہ کرنے اور نیند کو ٹالنے کے لئے اُس نے سلے ہوئے پر نظر ثانی کی۔

آہستہ سے اپنی منوّر پیشانی پر ہاتھہ پھیر کر وہ بولی کہ افسوس اب زیادہ مجھے ایسا موقعہ نہ ملے گا۔ تو پھر تھوڑی دیر کے لئے میں ایسی ماندی کیوں ہوگئی یہہ خیال آنا تھا کہ اُس کے تھکے ہوئے اعضا میں ایک عجیب برقی قوّت دوڑگئی اور اپنے مشغول ہونے کے پورے گھنٹہ ڈیڑہ گھنٹہ بعد اُس نے کامل فراغت حاصل کی۔

تھکن کی شدّت اور پچھلی رات کی خوشگوار ٹھنڈی ہوا نے اوسے فوراً سلا دیا مگر اُس کا خواب بے آرام تھا۔ اُس کی کبھی کبھی آنکھہ کھل جاتی تو ایک غیر معمولی ٹھنڈی سانس کے ساتھہ کروٹ بدلی اور پھر سو رہی۔

صبح ہوئی مگر نیند کے متوالے محمود اور جہاں آرا اور بے خبری سے سو گئے صدر سیدالنسا بیگم اُٹھکر اپنی صحنچی میں نماز و وظیفہ ادا کرنے کے لئے گئی ہیں۔ نازنین لڑکی اگرچہ دیر سوئی تھی۔ مگر اپنے معمولی وقت پر بہت سویرے اٹھے۔ اُس کا چہرہ جو قدرتی بشّاش تھا آج کسیقدر اوداس اوداس معلوم ہوتا ہے۔

حامد کی معمولی خوش طبعی میں یہی فرق ہے جس اتفاق سے جب یہہ دونوں جاگے ہیں تو ایک کی دوسرے پر نظر پڑی۔ وہ موثر نظر جو دلوں میں بیٹھ جاتی ہے!!

حامد کے کمرہ کا دروازہ کھولکر نازنیں حسینہ اندر داخل ہوئے اور رات کی سی ہوئی شیروانی پیش کی۔

حامد — ابا! میں بہی تو کہوں کہ یہاں سے رکھے رکھے کپڑا غائب کہاں ہوگیا۔

نازنین — میری پہلی مشق ہے شاید پسند کے قابل نہ ہو۔

حامد — (شیروانی پہنتے ہوئے) یہ پسند کے قابل نہ ہو سبحان اللہ تم نے سی ہے۔

نازنین — (اپنی معمولی خندہ پیشانی کے ساتھ ایک دلربا نہ انداز سے مسکراتے ہوئے) شاید - ہیں - ہی - سے -

حامد — کمبخت درزی سے تو ڈبل قیمت دینے کو کہا وہ تو جب بھی رات بھر میں تیار نہ کریگا - تم نے بہت تکلیف اٹھائی -

نازنین — تکلیف کیا ہوئی - اگر آپ اس وقت پہن لیں تو میری محنت ٹھکانے لگ جائے گی -

حامد — ضرور - میں اسے پہنے ہی ہوئے جاؤں گا -

نازنین — کیا آپ آج ہی روانہ ہونگے - یہ کہتے ہوئے اس کی آنکھیں رہن کی طرح لگ گئیں -

حامد — (اندرونی نگاہ کا مقابلہ کرتے ہوئے -) ہاں میرا یہاں رہنے کا وقت بہت تھوڑا ہے - سامان بھیجا جا چکا ہے

نازنین — فی امان اللہ

حامد — بڑی سنگدل ہو -

نازنین — (نیچی نظر کرکے) اور آپ ؟

حامد — اس کا کیا جواب دے سکا کیونکہ علیگڈہ جانے کے شوق کا الزام اس کے ذمہ تھا

حامد — (بات ٹال کر) تمنے صبر سے وہاں کے سارے آسائش و آرام کو لوٹ لیا -

نازنین — (مسکراتے ہوئے) آپ تو سفر باہر ہیں مگر گھر میں رکھ چھوڑ آرام سے بیٹھی ہوں اون کی حالت زیادہ قابل افسوس ہے -

ان الفاظ نے نازنین کو شرم سے اور حامد کو اس اثر سے جو اس کے دلبر پر ہوا تھا

تھوڑی دیر کے لئے خاموش
کی غم آلود نظر سے دیکھتے رہے۔ آخرکار نازنین لڑکی نے مہر سکوت توڑی اور کہا کہ اس وقت زیادہ باتیں موجب ملال ہوں گے۔ لو رخصت! یہ کہکر اوس نے کمرہ سے جانے کے لئے قدم بڑھایا مگر حامد نے نہایت التجا سے کہا کہ ذرا ٹھہرو

حامد — ناگوار خاطر نہ ہو تو میری تصویر آپ کے پاس رہ سکتی ہے

نازنین نے بغیر ایک لفظ کہے اوس کے ہاتھ سے تصویر لے لی۔ اور فوراً چلدی اوس نے پیٹ موڑی اور حامد نے اپنے ہاتھ پر بوسہ دیا اور ساتھ ہی ایک تارے جیسی چمکدار چیز اوس کے ہاتھ میں چمکنے لگی۔

نوکر نے آواز دی کہ گاڑی تیار ہے۔ اور وہ سوار ہوکر اسٹیشن پر روانہ ہوا۔ مگر اوس کا دل غم اور افسردگی سے بھرا ہوا تھا۔ اور بارہا اوس نے ارادہ کیا کہ اپنا ارادہ ملتوی کرکے واپس چلے۔ مگر غیرت اور بات کی پچ سے نہ مانا۔

دس سے ملقبس نے نازنین کو کہا کہ اسے بلایا تو اوس کی آنکھوں میں ایک غیر معمولی سرخی آئی اور اب ان دونوں کو معلوم ہوا کہ اس حال کے ساتھ رہنے سے انہوں نے ایک دوسرے کی محبت کا کتنا ذخیرہ اکٹھا کر لیا تھا

باب ششم

عہد وصال دل سے بھلایا نہیں ہنوز — عالم مری نظر میں سمایا نہیں ہنوز
پیغام دوست کا کوئی لایا نہیں ہنوز — جسکا نسیم صبح کا آیا نہیں ہنوز
یاں دیکھ کی جواب اسد جواب خط — واں نامہ بر نے بار بھی پایا نہیں ہنوز
لگ جائے دل یہ منزل مقصود میں کہیں — ہم جس کو ڈھونڈتے ہیں وہ پایا نہیں ہنوز

دس سال کا عرصہ گزر گیا اور اس تھوڑی سی مدت میں زمانہ نے بہت سے انقلابات دکھا دیئے۔ حامد پور اودھ میں ہے۔ اوس کے خط وخال کو مردانگی اور

اسیطرح علم کی روشنی سے منور ہے - اوس کا سپاہیون اون کی علمی لیاقت بہت
اہم - اسے کا اثبات دیا ہے - اوس نے کہہ سے سرود نفرتی اور سلطانی تمدن کی
دفعیات اور اکسا سکمال سے ناہد ہیں تھوڑی کاریخ سے رانسٹد کسے امکوائین
اوس نے فن سپہگری میں بھی کچھہ کم مہارت حاصل نہین کی ہے - اوس کا نشانہ
تہریات سے زیادہ بے خطا ہوتا ہے - اوس کی آواز ہاتھ بلند اور بہادرانہ ہے
ڈرل مین پہلے سے وہ بہادر ہے نشانی ہوا - کرکٹ لوائن ہاتھہ کا کرتب ہی سے
لوٹنا بہت میں ہی اوس کے جوہر کا سب لوہا مانتے ہیں - اوس کا بہادر دل
پر از خوف بلند تھا - اور الوالعزمی کے الارات اوس کو ہمیشہ دلیری اور اطوار
مردانگی کے طرف ابھارتے ہیں [illegible] - آباد کے کمانڈران
کی سفارش سے وہ فوج میں داخل ہوکر [illegible] کپتان ہوگیا - اور اپنا
ہمارے شیر دل نوجوان کو یہہ موقع ملا کہ وہ اپنی خداداد شجاعت اور تہور کے
جوہر دکھا سکے - مگر ایک بات [illegible] اس نوجوان کو کبھی کبھی متفکر کردیتی تھی
وہ یہہ تھی کہ اوس کی نمایان ترقی نے اندر ہی اندر سینکڑون حاسد اور دشمن پیدا
کردئے تھے - جو اوس کی ترقی کو اپنی حق تلفی خیال کرتے تھے - اور اوس کے
خون کے پیاسے ہوگئے تھے جسطرح موسم گرما میں ابر کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا لمحہ
کے لئے آفتاب پر آکر اوس کی تمازت کو مدہم کردیتا ہے اور پھر غائب ہوجاتا
ہے اسیطرح یہہ خیال حامد کو افسردہ کردیتا تھا مگر وہ فوراً یہہ کہہ کر کہ ایک
سپاہی بہت سی پہاڑون سے نہیں ڈرتا ویسا ہی چونچال اور بشاش ہوجاتا تھا -

---

نوٹ [illegible] سکندر کے رقابے ایران کی دم کی [illegible] کا الیگزینڈر سے کیا تو وہ [illegible]
مگر سکندر سے [illegible] [illegible] ڈرتا [illegible]
ہوگئی - اور اوس وقت [illegible]

[illegible]
اور اس سے کہتی تھی ۔ فرصت کے وقت اکثر [illegible] گیا [illegible] خاموش بیٹھا
رہا ۔ یا اس [illegible] کوئی [illegible] کھیلی [illegible] ایسا [illegible] وہم ہوتا ہے کہ اس
ابھی آنکھیں [illegible] رہا ہے [illegible]
گئے ہیں [illegible] تمام [illegible] کس رہا ہو [illegible] آنکھیں
اصل میں ان کا حال کہیں اور [illegible] آگئے
کوئی کام [illegible] ۔ لیکن [illegible] نظر آتا تھا ۔
اور اس کی آنکھوں سے تمام خطوط [illegible] انگوٹھی [illegible] جمع ہوتے تھے وہ
[illegible] تھا ۔

ایک دن جب وہ اپنے خیالات کے سلسلہ میں اس طرح محو تھا اس نے کہا [illegible]
بانو میں وہ حامد نہیں یا وہ [illegible] نہیں ہیں ۔ اللہ اللہ ۔ ان [illegible] جلدی طبیعت
میں انقلاب پیدا ہو گیا یا تو وہ وہ عنایتیں تھیں کہ میری خاطر داری کے [illegible]
اتنا بھی ہوش نہ تھا یا یہ شہر خموشاں ہے کہ وہاں سے کوئی خبر ہی نہیں آتی ۔ بھائی
جان کو بھی [illegible] وہ کئی دفعہ لکھ چکا ہوں ۔ مگر انہوں نے بھی کچھ جواب نہیں دیا
لیکن ؎

دل کا گلہ فلک کی شکایت [illegible] یہاں نہیں — [illegible] ہاں نہیں [illegible] مہربان نہیں
ہم آج تک [illegible] یار [illegible] — [illegible] مہمان نہیں

باب ہفتم

ایک [illegible]
ایک [illegible]
[illegible]
[illegible]

ٹیان بہی ایسے اشبالوں
کے واسطے اون کو پسند نہین کرتے ۔ آرایش تو کجا یہان آسایش کے قابل بہی سامان نہین ایک چہوٹا سا پلنگ دو چار برتن ایک ٹین کا صندوق اور ایک لیمپ جس کی چمنی مین بال پڑا ہوا اور کلہ ناقص ہے اس گہر کی کل کائنات ہے ۔ اور اس کے سوا دو چار کتابین جو ایک طاق مین رکہی ہوئی ہین ۔

لیکن باوجود اس قلیل سامان کے یہہ مکان ایسا مالامال اور نادر خیال کیا جاتا ہے کہ ہر شخص کا اس پر دانت ہے ۔ اس مکان مین سب سے زیادہ بیش بہا اور قیمتی شئے جو اس مکان کی مکین ہے جو ایک نوعمر نازک اندام پیاری پری چہرہ حسین لڑکی ہے ۔ مگر افسوس جس کی لطافتین اور قابل قدر ہنرمندی جس کی شرافت اور بے انتہا عصمت جس کی سادگی اور بہولاپن اس درجہ پر ہو کہ وہ کسی باوقار نواب یا بہادر شہزادہ کے محلون کی آرایش اور اس کے دل کی مالک ہوتی جس کے چارون طرف مطیع اور فرمانبردار خواصون کا جمگہٹ ہوتا ۔ جس کے نازک ہونٹون پر ادنی سی مسکراہٹ سیکڑون دلون کو امید بندہاتی اور بہتیرون کو تسکین اور خوش قسمتی کا یقین دلاتی وہ عالی حوصلہ اور فراغ دل حسینہ جس کو حسن کی پری لطافت و نزاکت کی دیوی کہنا بیجا نہین ۔ اس کہنڈر مین جس تنہا مغموم اور افسردہ ایک لوریہ بیٹہی اپنی گہڑیان بیہودہ لگا رہی ہے ۔ لیکن اوس کا دل حوادثات زمانہ سے عشاق کے گریبان و دامن کیطرح پارہ پارہ ہے ۔ اوسکا رنگ جو تہوڑے عرصہ پہلے گلاب کی پتی جیسا خوشنما تہا ۔ اب موسم خزان کے برگ کیطرح زرد اور مرجہایا ہوا ہے ۔ اوس کی آنکہین جو پہلے بہی چالاکی اور بے چین کرنیوالی شرارت کا نشان دیتی تہین مگر حسن کو قدرتی اور جبلی حیا ہمیشہ روکے رہتی تہی اب آنسوؤن سے پرنم اور شرمگینی سے نیچے جہکی رہتی ہین مگر اون کی خوبصورتی اور خوشنمائی سے ایک سا رنگ اختیار کرلیا ہے ۔ پیہم اور بے درپے طوفان اشک اون کو سرخ رکہتا ہے اور جب کبہی وہ ٹہنڈا سانس بہر کر بطور آہ سرد اٹہاتی ہے تو اوس میں جگر کو خون اور

خوں کو آب بہانے کی پوری قوت ظاہر ہوتی ہے کہ دل کا پہول ایسی خوشنمائی سے
سطح آب پر نہیں بہتا۔ جیسی وہ پیاری نرگسیں آنکہیں پاک اور شفاف آنسوؤں
کی طغیانی میں ڈہلکی رہتی تہیں۔ اوس نے آسمان کی طرف نظر اٹہائی اور آنسو کا
ایک قطرہ رخساروں سے بہتا ہوا دامن پر گرا اس نے کہا " اے میری پیاری
ماں اگر تجہے مجہکو چہوڑ جانا تہا تو اتنے دن تک ملنے ہی کی کیا ضرورت تہی۔
افسوس میں پیدا نہ ہوتی یا اگر ہوئی تہی تو مر جاتی اے ماں۔ الو تو مجہ سے
محبت کرتی تہی اور مجہے اپنی جان کہتی تہی آج تیری جان اس مصیبت میں گرفتار
اور تو اس طرح فارغ خاں میں بے غم۔ کیا کوئی بغیر جان کے رہ سکتا ہے جو تو میرے
بن فردوس میں ہے؟ مجہے بہی بلا لے ہاں ہاں جلد بلا لے۔ دیکہ ہو لے"

اس طرح نوحہ کرتے کرتے نوجوان لڑکی نے ایک زور سے چیخ ماری اور
ہائے ہائے کر کے رونے لگی۔ یہہ پہلا دن تہا کہ اس نوجوان لڑکی کی آواز ہمسایہ
سنی ہو۔ مصیبت اور لیکن آواز نے پڑوس کی بڑہیا کے دل میں ہمدردی
پیدا کی اور وہ تہوڑی دیر بعد مکان میں اس غرض سے داخل ہوئی کہ مصیبت زدہ
کلیں کے درد کو معلوم کرے اور اگر ممکن ہو تو اسے تسلی دے۔ بڑہیا مکان
میں داخل ہوئی۔ تو نوعمر حسینہ کو غشی اور بے ہوشی کے عالم میں پایا۔ اوس نے
نہایت غور سے ٹٹولا اور معلوم کیا کہ زندہ ہے۔ پانی کے چہینٹے اور صندل
کی خوشبو تیز شیشے کی ٹہنڈی ہوا کوئی دس منٹ بعد اسے ہوش میں لائے
اور اپنے سرہانے بیمار دار کو دیکہکر اوس نے ضعیف اور کمزور آواز سے کہا
کہ مجہے مرنے دو۔

بخواب عدم راحتے داشتم ۔ ازین خواب بیدار کہ بیدار کرد۔

تشریح کار ہا ند بدہ عورت اس خیال سے کہ مبادا اس کے جواب زیادہ
رنج و غم کا باعث ہوں کچہ نہ بولی اور تہوڑا سا پانی ملا کر اٹہایا۔ اور منہ پر
پنکہا جہلنے لگی۔

نازنین — تم آدمی ہو یا اس صورت میں کوئی فرشتہ خدا نے میری مدد کو بھیجا ہے۔

عورت — میں یہیں دیوار سے بیچ رہتی ہوں۔ مگر مجھے تمہارے اس مکان میں آنے کی بالکل خبر نہیں برسوں تک تو یہ بند پڑا تھا۔

نازنین — میں نے کل ہی اسے کرایہ پر لیا ہے۔

عورت — کیا تم اکیلی ہو۔

نازنین — اب تو بے شک اکیلی ہوں۔

عورت — آخر تم یہاں کیونکر آئیں کس نے مکان لیکر دیا۔ تم میں تو مجھے اتنی حرارت نہیں معلوم ہوتی۔

نازنین — (آنکھوں سے آنسو پونچھتے ہوئے) میری ہمراہ ایک ماما تھی جس نے یہ مکان تلاش کر دیا تھا۔ مگر وہ کمبخت آج صبح سے ایسی گئی کہ ابتک پھر کر نہیں آئی۔

عورت — عجب نمک حرام ہے۔ اس عالم میں اوسے چھوڑ کر جانا ہی کیا ضرور تھا۔

نازنین — جی ہاں۔ وہ عجب بیہودہ ہے اور اب مجھے اس کو زیادہ نوکر رکھنے ہوئے ڈر معلوم ہوتا ہے۔ مگر خدا کرے کوئی اور بھلے مانس آدمی مل جائے۔ اچھی میری ماں کیا تم تلاش کر دو گی۔؟

عورت — کیوں ڈر کیوں معلوم ہوتا ہے۔

نازنین — وہ کچھ اچھے آدمی نہیں ہے۔

عورت — اچھا تو میں فخرن کی اماں کو کہدونگی۔ وہ دو چار کام تمہارے کر جایا کرینگی۔

نازنین — مجھے تو ایسے آدمی کی ضرورت ہے جو سرات بھر میرے پاس رہے رات کو مجھے ڈر معلوم ہوگا (نہایت التجا کے لہجہ میں) کیا تم آج

سکے ہاں نہ سور ہو گی۔

عورت — بیٹی مجھے کیا عذر ہے مگر تم اپنا حال تو مجھ سے کہو۔

نازنین لڑکی نے ایک ٹھنڈا سانس بھرا اور اُسا معلوم ہوا کہ کسی بھاری بوجھ نے اوس کے دل کو دبا دیا۔ اور وہ بمشکل تمام اپنے دل کے اٹھتے ہوئے طوفان کے خلاف سنبھلی۔

نازنین — مجھ مین اس وقت اتنی طاقت نہین۔ کہ اس ذکر کو چھیڑون ورنہ صبح مجھے مردہ دیکھے گی۔ اور آپ کو زیادہ تکلیف اٹھانی پڑے گی کہ ایک لاوارث لڑکی کو دفن کرین۔ اگر مجھے آپ کی تکلیف کا خیال نہ ہوتا تو موت کی تو مین نہایت آرزو سے خواہشمند ہون۔ وہ یہہ فقرہ کہہ رہی تھی اور اس کی آواز لڑکھڑائی جاتی تھی اور دل بھرا آتا تھا۔

ہم روئے نہ آجائین تو دریا ہی بہائین
شبنم کی طرح سے ہمیں رونا نہیں آتا

باب ہشتم

درمیان قصر در باشمت سدم کردہ۔ مار میگوئی کہ دامن ترمکن ہشیار باش

نیک دل بڑھیا تھوڑی دیر تک دلاسا دیتی رہی اور تلقین صبر کے بہت سی باتین کر کے کہنے لگی کہ تم سچ کہتی تھیں ماما آج نہ پھرے گی۔ اچھا تو میں بچوں کو روٹی ٹکڑا دے آؤں اور دیکھوں شاید چھمن کی اماں مل جائین۔ تو اُن کو بھی کبھی آؤں گی خدا کرے وہ کہین نوکر نہ ہو گئی ہون۔ سنا تھا کہ نواب حسمت اللہ خان کے ہان گئی ہیں۔ بچے دن بھر کے بھوکے پیاسے رات کو آتے ہیں میں نہین ہوتی تو بیچارے پریشان ہوتے ہین۔

نازنین — اچھا آپ تشریف لے جائین مگر جلد از جلد ہی آنا۔

بڑھیا — میں ابھی آئی اور خود یہین آکر کھانا کھاؤں گی کیا کرون میں تو نہ جاتی یہ بچون کی مشکل ہے۔ اللہ رکھے دیکھا کو وہ تو ابھی بچہ سے بہی ہو گا کوئی

سولہ سترہ برس کا جب سے اکبر کی بیوی مری ہے وہ بہی میرے ہی ساتہ ہے - میری جان کو سب سمجھے ہی ہیں۔

بڑھیا اسطرح باتیں کرتے کرتے دروازہ تک جاتی ہے لیکن مڑ مڑ کر یہہ کہنے کے لئے دیکہتی جاتی ہے کہ ذرا بات میں ابہی آئی کی آئی ہوں - مگر زیادہ فاصلے نے اس تکرار کا موقع نہ دیا - بوڑھی اپنے گہر کی طرف راہی ہوئے

یہاں فرصت پاکر پہر اُن خیالات نے آگہیرا جن کو بڑھیا کی موجودگی اب تک روکے ہوئے تہیں - لیکن اب ان میں سب سے زیادہ اندیشہ ڈاکو کا ہے جو ذرا سے کہٹکے اور ہوا کے سنسنانے سے اس قدر پیدا ہو جاتا ہے کہ خوفزدہ آنکہیں تشویش سے کبہی چاروں طرف دیکہنے لگتی ہیں - لیکن اتنی ہمت نہیں پڑتی کہ دالان سے باہر جا سکیں - اور اصل سبب معلوم کرکے خوف مٹائیں۔

چراغ کی ٹمٹماتی ہوئی روشنی سے دہڑکتا ہوا دل چہاروں طرف دیکہ رہا ہے جن کی ہیبت ابتدا سے سرمایہ ہی تہی - گویا آج ہی ان کی شعاعوں کو یہ موقع ملا ہے کہ آنکہ بہر کر اُن رخسار آتشیں کو دیکہ سکیں جنہوں نے اپنا نور عدا زمانہ کی نذر کرکے شرافت کے پہول کی سی دلفریبی حاصل کی ہے - بیری چہٹنار میں ہوگی دیر بعد لڑکھڑاتی اُٹہی کہ دروازے کی کنڈی لگا کر ان ڈر سے نجات پائے - ہاتہ میں چراغ اٹہایا - اور آہستہ آہستہ قدم اٹہاتی تہی - ہر قدم قدم پر قدم سے قدموں کا ہوا ہوا تہا - اس نازنین پردہ نشین کا کسی وقت پر ڈر سے سہج - چلتا کر دالان کی طرف بڑہی لیکن ہاتہ کانپا جاتا تہا اور چہرہ پر ہوائیاں اڑ رہی تہیں دل کی دہڑکن کا یہہ حال تہا کہ اگر کوئی قریب ہوتا تو سنائی دیتی - چراغ اس کے ہاتہ میں گہڑی ہونے کا گمان کرانا کانپتے ہوئے ہاتوں سے مشکل یہہ دروازے کی کنڈی تک پہنچ سکی لیکن عجب یہہ ہوا کہ ایک ہوا کا جہونکا اس زور سے آیا کہ چراغ گل ہو گیا - اور ساتہ ہی باہر سے کواڑوں کو کسی نے دہکا دیا - چراغ کا بجہنا تہا کہ جو اس من کو اب تک تہام تہام کر رکہا تہا سب ان ہو گئے - اور کواڑوں میں کسی شخص کی آہٹ سے ایسا خوف چہایا

دھڑام سے زمین پر گر پڑی ۔ سنبھلتے ہوئے تھے چراغ کی بجلی کی سی چمک اور گرنے کی آواز سے آنے والے شخص کو پھرتی کے ساتھ اور متوجہ کیا ۔ دوڑ کر سنبھالا اور گھبرائے ہوئے آواز میں کہا ۔ "بیوی جی صاحبہ !! بیوی !! بیوی !! یا اللہ یہ کیا ہے، تو بولتی ہی نہیں اسے یہ ڈر گئیں (دو ایک سیکنڈ تک حیران دیکھ کر) کچھ ہوش آئے گا ۔ بہتیرا چیختی ہوں پکارتی ہوں جواب ہی نہیں ۔ نہیں (لمحہ کی لمحہ کچھ سوچ کر) ان کو اندر لے جا کر تو لٹاؤں دل تو دیکھو کیا دھک دھک کر رہا ہے ۔ (صحن میں پلنگ پر لٹا کر پانی کے چھینٹے دیتے ہوئے) بیوی ! بیوی !! اجی میری بیوی جی خدا کے واسطے آنکھیں کھولو ۔

نازنین (چشم نیم باز سے) کیا ہے (کروٹ بدل کر اور ذرا چونک کر) کون ہے ؟

اندر آنے والی عورت بیوی جی میں ہوں کلثوم ۔ دھرا کیسا کچھ میں تو اپنا دل کر گئی تھی ۔

نازنین تمہاری بلا سے کہ میں کہیں بھی ہوں ۔

عورت بیوی جی ! اللہ کی قسم اس وقت ... ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے ۔ آج میں وہاں گئی کیوں نہیں

نازنین وہاں کیا ... آ کر کہتا ہے کہاں تک اب تم لے جاتے ۔ تیری

تمہاری ... کی بدولت ہی ہوتا ہے ۔

عورت آپ خواہی نخواہی مجھے ہی بہت آلا ... اگر ... ہی ہمارا ... آپ کا ناک ... کرتے نکلا

نازنین ... تو کسی کو ... چاہی ۔ آج ... طالع ... چھپا کمبخت ... جہاں ... ان کی

عورت خدا نہ کرے ... !! آپ کے دشمن مریں ۔

نازنین (طنزاً) دشمن مریں !! خدا بھلا کرے ... اور ... دے

جانے ابھی اور کیا کیا میری قسمت میں لکھا ہے ابتدا یہ کچھ ہے تو انتہا تو کیا ہی ہونی ہے ۔

عورت — نہ گھبراؤ نہ پریشان ہو اللہ والی ہے ۔ آپ تو اپنے خاوند ان مشکلوں میں پڑیں وہ گذری ہوئی کچھ بات ہی ہو مگر میری خطا معاف ہو آپ جیسا اچھا ہی آدمی ہی نہ دیکھا ہوگا ۔ انہوں نے کیسی کیسی مشقت کی ہیں سے کس کس طرح سمجھایا مگر بیٹے کی ایک نہ مانی ہی ہمیشہ ۔ اور سچ کہتی ہوں اب بھی وہ آپ کے کوٹھے کے غلام ہیں ۔ دیکھو تو آپ کی کیسی کیسی خدمت کی کن کن مشکلوں سے آپ کی جائداد چھڑائی پر یہ بد گیا جس کا یہ انجام ۔

نازنین — پھر میں ان کو پانچ سو روپیہ دیتی تو تھی ۔ دکانوں کو اپنے خاوند سے عرض ہوتی ہے اور کیا چاہتے ہیں

عورت — آپ نے کوئی ان کو فقیر سمجھا ہے ۔ ایسے ایسے پانچ سو کی انہیں پروا تھوڑی ہے ۔ وہ کہتے ہیں کہ روپیہ تو میں چاہتا ہی نہیں ۔

نازنین — لو یہ تم خبر ہی کہ وہ ملی اور شہر والی قتل کریں گے ۔ کہ وہ بڑھیوں سے پھر چرایا اور لگیں کہنے کہ کیوں لڑکے باتیں ۔ ایک شہر در آن میں جج بیٹھے اور وہ ماسٹر وکیل سے کہا اور پھر لایا تو ایک سال گیا ۔ جج صاحب نے ایک ٹکڑا کر کر کہا اور دوسرا بچہ گیا ۔ اور میں سے بہت سا پیشہ کر لیا مالکان گھبرائیں کہ یہ تو مفت ہی چلا چلا کر کہنے لگیں کہ بس ہم راضی ہیں لیکن جدا کا ۔ پھر فرمانے لگے کہ ... حق ہے تو انہوں نے حق سمجھا ہماری جائداد لے کر ... اور دوسرا ... باقی ہے

عورت — اللہ کوئی کسی کی جائداد چھین سکتا ہے ۔ ایسا کوئی اندھیر تھوڑا ہی آ گیا ہے ... خدا آپ کی جائداد

ہیں آپ کو ریسا نصیب کرے ۔

نازنین — یہہ نصیب ہو رہا ہے کہ آج اس کھنڈر میں پڑی ہوں خدا کسی کو فانہ ویران نہ کرے مجھے ستا کر کوئی کیا پھل پائے گا ۔

عورت — سچ ہے بیوی سچ ہے ۔ آپ کی حالت کو دیکھی نہیں جاتی اللہ !! ایک وہ زمانہ تھا ــــــــ مگر بیوی مصیبت تو پیغمبروں پر بھی آئی ہے ۔

نازنین — (نہایت افسردگی سے) ہاں ۔ ع ۔ جو کچھ خدا دکھائے سو ناچار دیکھنا ۔

عورت — مگر بیوی ایک عرض میری بھی ہے ۔ کہ انسان کو چاہئے کہ سوچ سمجھ کر کام کرے ۔ اور عقل سے مصیبت کے دفعیہ کی کوشش کرے ۔ آپ باشاء اللہ سمجھدار ہیں ۔ بھی اٹری تو دیکھوں ۔ پڑھی لکھی اور پھر یہہ ہٹ کہ الامان دنیا اودھر سے ادھر ہو گئی مگر ہم نہیں ہاں ۔ ۔ ۔ نہیں ۔

نازنین — (فقرہ سمجھ کر) ۔ ۔ ۔ ایک طرف آنکھ ٹھا نہایت غلط ۔

عورت — میں تو بڑی روای ۔ ۔ ۔ بھلا یہہ تو خیال کرو کہ آخر آپ ۔ ۔ ۔ اس سے بہتر دنیا میں اور کیا پا لیں گی ۔

نازنین — (غصہ اور غضب کی بھری ہوئی آواز میں) پھر وہی ذکر چھیڑا ۔ میں کہہ چکی ہوں کہ اب میرے سامنے یہہ ذکر نہ آئے ۔ ہائے اللہ اچھی میں یہاں آئی تو اور ۔ ۔ ۔ میرا پیچھا نہیں چھوٹا ۔ ۔ ۔ سے کچھ رشوت ۔ ۔ ۔ میں ۔ ۔ ۔ کی بلا سے اب میں آنے کی ۔ تو پھر کیوں نہ یہاں آ کر مری ۔

لو دی ۔ ۔ ۔ عورتیں جب کسی کی تعریف ۔ ۔ ۔ کرتی ہیں تو اظہار خوشامد کے طور پر کہتی ہیں کہ میں اری اٹری تو دیکھوں ۔ آپ کے استعمال میں اس فقرہ سے مدح ادا کی نظر ۔ ۔ ۔ ظاہر ہے ۔

عورت — بھلا میرا دل تو کاہے کو مانتا تھا کہ آپ کو چھوڑ دون - اور وہ بھی اس حالت مین - ہم بھی تمہارے قدمون کے تلے نکلنگا -

نازنین — جب ہی تو مین بہت سے غائب تھی -

عورت — بیوی تم پھر خفا ہو گی کہ پھر وہی ذکر - سامنے سے چلے آتے تھے - دیکھتے ہی گاڑی ٹھیرا لی - بہتیرا مین نے عذر کیا ایک نہ مانی اور مکان پر لے ہی گئی - وہی ذکر - مجھکو آپ کا خیال لگا ہوا تھا - گو اون سے کہہ نہ سکتی تھی کہ اب آپ کہان ہین - ناچار بیٹھی رہی - مین نے بھی بہت ہی لعنت ملامت کی کہ یاد ہی کرینگے - مگر مرا کچھ ایسا عہدہ پایا ہے کہ کہا مقر اور فرا اپنی سبو ری پر طل آتا ہو - سنا گئے اور بہا گئے - کہنے لگے کہ اگر اس سودے مین سر بھی جائے تو پروا نہین - اور بس لو

نازنین — (چین بجبین ہوکر) اب آپ پھر رام کہانی نہ کہئے مجھے نہ سنئے کا یار اس میری بلا سے ہم کہین گئی تھین

عورت — مین نے پہلے ہی کہتی تھی کہ خفا ہو - لیکن کیا کرون آگئی تھی

نازنین — بس اب بہت سُن لی اب ایسی افلاطون کی بھی نہ سنو نگی -

عورت — پھر اس سے فائدہ اس مین سوائے رسوائی اور کیا ہے

دھرا ہی کیا ہے غصّہ کی سرکشی سے لال بھبھوکا چہرہ پھر سرخ ہو گیا - اور جب وہ کہ اون آنکھین ماما پر پڑین نرگس کی طرح عورت پر جس سے کانپ اٹھی -

نازنین — بس بس میرے منہ زیادہ مت لگ - مین تیری بہت کی کرتی ہون تو نے مجھے سمجھا کیا ہے - رسوائی خدا نخواستہ میری کیون ہونے -

عورت — کا ہے کو ہوئے - جو بی سعادت کرو تو تمہارے صدقہ گئی بھلا لونڈی کی یہ کیا مجال ہے کہ آپ کے سامنے کوئی کلمہ ناحق کا زبان سے نکالے بس قصور ہوا ہمار دی کی راہ سے کہا تھا

نازنین — اسے ہمدردی - ایسے کو - اچھے وہ تو ایسے بہت سے

آئندہ الا سے کا کی کر [illegible] ۔ دی کی ضرورت [illegible] ہے گی ۔

ماما (ہاتھ جوڑ کر) میری بہو کیا ایسی بات زبان سے مت نکالو ۔ اللہ کرے تمہارا بال بیکا نہ ہو ۔ اور بھلا یہہ کب ہو سکتا ہے ۔ کیا خدا کو آپکو اس کام اس [illegible] دینا ہو گا ۔ جان لینا خدا ہی کی ہے ۔

یہہ الفاظ کچھ ایسے پریشان کر دینے والے تھے کہ بیمار دلدار نہیں سنا بلکہ زخم ہو گئی ۔ گویا اوس کے سارے منصوبوں پر پانی پھر گیا ۔ اور کی کرائی تدبیرین خاک مین مل گئین ۔ [illegible] اور [illegible] کیسی کی تصویر مین سامنے آ کھڑی ہوئین ۔ اور آبدیدہ ہو کر کہنے لگی کہ چیر جدا کی مری درمیان نصیر یا شکستہ منہدم کر دیا ۔ [illegible] نازنے کوئی کہہ اس نے کل ہتھیارڈ الا تھوڑی دیر سکوت کا عالم رہا اور در و دیوار کو حسرت اور یاس سے دیکھتے دیکھتے وہیں رہ گئی ۔

باب نہم

عاصمہ کی خبر دار جانے ۔ اتو آرام سے گذر رہی ہے

اگر ایک دفعہ کے واسطے ہمارے تعلیم یافتہ نوجوانوں کی سوسائٹیان منعقد ہوئین تو شاید اکبر کے بالاخانہ اور وہاں کے مجمع کی شہرت نیشنل[55] کانگریس سے کچھ کم

نوٹ ۔ ۱۹ سال [illegible] اور [illegible] دراصل [illegible] ۔

[55] [illegible] کا [illegible] ایک مجلس ہے جو سنہ ۱۸۸۷ء میں [illegible] ۔ اس کا پہلا جلسہ کلکتہ میں ہوا تھا اور مسٹر ہیوم بانی اور محرک ہے ۔ اس کے قائم کرنے سے غرض یہی کہ ہندوستانی جو مطلع اور وفادار ہوشیار لائق شخص ہیں سوائے غلامی کی حالت کے اہل اور [illegible] سطح رکھے جائیں اور ان کو [illegible] ۔ نام ہی کو بلکہ حقیقت میں انگریزی رعایا [illegible] اور [illegible] ہو سکے [illegible] بلکہ خود گورنمنٹ کے واسطے بھی مفید ہو گا ۔ کیونکہ گورنمنٹ اپنی قیام کے لئے صرف ہمارو [illegible] اور [illegible] رکھی ہو بہت کمزور رہتی ہے ۔ مثلاً اس گورنمنٹ کی بنیاد [illegible] وفاداری [illegible]

وطنی کے خط و خال سے آراستہ تھا۔ ایک زمانہ تھا کہ دہلی علوم و فنون کا مرکز اور تہذیب اخلاق کا منبع تھی لیکن افسوس کہ اب یہ باتیں یہاں خواب و خیال ہیں۔ شریفوں کی بے تربیت اولاد اُن تمام خوبیوں سے معرا ہے جو عموماً خاندانی بزرگوں کا جوہر رہی ہوں۔

بلی ماروں کے نکڑ پر ایک خوشنما بالاخانہ معمولی فرش اور آرائش کے سامان سے مزین ہے۔ اور گرمی کی ٹھنڈی راتوں میں البیلے نوجوانوں کا عموماً مسکن رہتا ہے اس مکان کو ایک خصوصیت یہ حاصل ہے کہ سال کے کسی دن میں صبح سے شام کے چار بجے تک یہاں انسان کی آواز نہیں سنائی دیتی۔ اور مغرب کے بعد سے رات کے اکثر شروع حصوں میں بہت دیر تک اس کمرہ کے بے فکر اور بے باک چہچہے ہر رہرو کو بھی لمحہ کے لیے رشک سے ادھر متوجہ کر دیتے ہیں۔

اکبر علی۔ منصور خاں۔ فرحت مرزا۔ حیدر بیگ۔ جہاندار شاہ۔ شریف خاں حسین علی۔ بدر الدین۔ اس کمیٹی کے اہلی ممبر ہیں جن کا جلسہ ہر روز رات کو ہوتا ہے۔ اور ان کی پابندی نے ثابت کر دیا کہ ہندوستانیوں پر ان شکایتوں کا الزام بے جا اور سراسر بہتان ہے۔ اس مجلس کی اغراض نہ تو علمی یا ملکی معاملات پر مبنی تھیں اور اگر ایسا ہوتا تو اس کی یہ رونق نہ ہوتی جو ہونے والی ہی نہ تھی بلکہ اس کا اصل مدعا تھا دل بہلانے کی صحبتیں اور تفریح۔ لیکن وہ تفریح جو دل و دماغ کو بالکل ریزہ کر کے خراب اور بے کار کر دینے والی ہے۔ تاش، گنجفہ، شطرنج، چوسر وغیرہ مشاغل ذاتی کمال اور شائستگی اور عمر مہذب مذاق زمانہ کا جوہر خیال کیا جاتا تھا ان لوگوں کو اگر یہ دھوکا گمان تھا کہ اپنی آبا و اجداد کی عالی خاندانی اور بزرگی پر۔ اور ان سب پر رحم سلطان کو دیکھ کر ہی موچھوں پر تاؤ دیتے تھے۔ لیکن اصل میں اُن بزرگوں کی گذشتہ عظمت کا یاد دلانا اپنی اوچھے پن اور نالائقی ظاہر کرنا ہے۔ مصرعہ۔ پدر خود اپنی علم بہ آموز !!

نوجوان ہے اور دلی کے بانکے چھیلاؤں کا ایسا فیشن رکھتا ہے۔ باپ ایک معقول جائداد کا مالک تھا اور شہر کے شریف اور سردار آدمیوں میں شمار ہوتا تھا۔ اکبر ابھی بچہ ہی سا تھا کہ باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ ماں بیچاری عورت ذات خاطر خواہ اولاد کو تعلیم ہو سکی محلے کے حافظ جی سے کہہ دیا انہوں نے بہ ہزار دقت سات سال کے عرصہ میں قرآن شریف پڑھا دیا۔ مگر جب مکتب چھوڑا ہے۔ تو پورا دہ ہی یاد نہ تھا۔ استاد فرشتہ خصلت آدمی یہ شریر چنچل ہر روز بہانہ کرتا اور ایک حرف نہ پڑھتا۔ یہ حال دیکھا تو بیچاری ماں نے زردوزی کے کام پر بٹھا دیا۔ کچھ دنوں تو اس میں بھی بہت کچھ خاک اڑائی لیکن بارے خدا خدا کر کے اتنا سیکھ لیا کہ بری بھلی طرح اپنا پیٹ پال لیں۔ اس طبیعت کی رنگینی اور عیش پسندی سے جو بزرگوں کی میراث سے چلی آتی تھی یہ رنگ اختیار کیا کہ فرصت کے وقت کو دوست احباب کے جلسوں میں بسر کرنے لگے۔ دلی جیسے شہر میں بے فکروں اور عیش کے بندوں کی کیا کمی تھی۔ تھوڑے ہی دنوں جلسے نے وہ رونق پکڑی کہ اس کا عشر عشیر آج کل محمڈن[1] ایجوکیشنل کانفرنس کو نصیب نہیں آئے دن جلسے ہوتے اور میلوں کی رونقیں بڑھائی جاتیں۔ غرض ہر روز عید ہو یا نہ ہو مگر ہر رات شب برات تھی۔ اس جلسے کے ممبروں میں مصیبت۔ افلاس۔ رنج سب کچھ ہو مگر یہ تھی تو عاقبت اندیشی جو کبھی ان کو ان کے افعال سے پشیمان کرتی یا بار رکھتی۔ جس رات کا ہم ذکر کرتے ہیں اس روز اکبر کے چہرے سے کچھ معمول سے زیادہ

(لہ) ۱۸۹۶ء میں ڈاکٹر سر سید احمد خان صاحب بہادر کے۔ سی۔ ایس۔ آئی۔ ایل ایل ڈی نے جو مسلمانوں کے حامی اور بہی خواہ تھے اہل اسلام کی اصلاح اور ترقی تعلیم کے واسطے ایک کانفرنس محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کے نام سے قائم کی جس کے جلسے مختلف شہروں میں سالانہ ہوتے ہیں اور دور دور سے علماء و فضلاء بلائے جاتے ہیں۔ جو سید صاحب کا اس کے سکریٹری بلکہ ہمارے دوست و ہمدرد دوست تھے ۱۸۹۳ء میں جب کانفرنس کا ساتواں جلسہ بمقام دہلی تھا تو راقم کو بھی شرکت کا اتفاق ہوا تھا۔ جلسہ بڑی دھوم دھام کا تھا اور حقیقت ایسا ہی ہونا چاہئے خدا کرے کوئی عملی فائدہ بھی پیدا ہو۔

خوشی کے آثار پائے جاتے ہیں۔ اُس کا بار بار اپنے لباس کی طرف دیکھنا بتا رہا ہے کہ ضرور کوئی خصوصیت اُدھر متوجہ کر رہی ہے۔

منصور: یار یہ میں تو بہار آج سب سے چین کئے دیتا ہے۔

اکبر: ہاں اُس نے مجھے بھی آج بے چین کر رکھا ہے۔

فرحت: پھر تو غلط ہے آج تو آپ کچھ عجیب جوش جوش نظر آتے ہیں۔

حیدر: میں بھی سوچ رہا ہوں کہ آخر کیا بات ہے۔

منصور: آج تو انہوں کچھ پایا ہے سج بنا کر کیا ہے۔

اکبر: (مسکراتے ہوئے) بتانے کی بات نہیں ہے۔

فرحت: خیر وہ تو کچھ بھی سو ہے۔ لیکن ہر ایک صاحب کی سر [illegible]

[illegible]: ملی [illegible] کی

اکبر: آپ کی دعا سے ایسا ہی ماکمال رہا ہے۔

منصور: (طنزاً) [illegible] کے [illegible] اول کی [illegible] [15]

حیدر: [illegible] بال سرلو اسکے مٹی ہو [illegible] [16]

نوٹ [illegible]) [illegible] شاہ بادشاہ مرائی دہلی میں [illegible] صاحب [illegible] کی [illegible] سے [illegible] جا کر یہ [illegible] عام محفلہ امارات [illegible] وہوا اور [illegible] خصوصاً موسم [illegible] بہار کا عالم ہوتا ہے خنکی [illegible] ہوا [illegible] بال [illegible] (کہ بادشاہ کو کا [illegible] ہے) تو [illegible] ہیں شہر [illegible] ہوتا ہے [illegible] آتی [illegible] ساہ یہاں آکر [illegible] رستہ [illegible] بہار [illegible] ہو گیا۔ اور [illegible] ماہ [illegible] اور [illegible] حضرت [illegible] کی مزار [illegible] کھانا [illegible] سے [illegible] پھول والوں کی طرف سے پھولوں کا [illegible] جاتا ہے [illegible] تاریخ [illegible] احمد نظام الدین حضرت [illegible] رحمۃ اللہ علیہ کا عرس [illegible] سے [illegible] رات [illegible] عمارت [illegible] سے [illegible] جاتے ہیں [illegible] کی رونق [illegible] عرس [illegible] آیا

اکبر — ابھی پلو۔

منصور — اچھی خبر۔ آج تو آپ کی شان ہی دوسری ہے۔ صلاح کر کے سامان کرنا چاہئے ——— تو بج گئے تو ہم تو جاتے ہیں۔

اکبر — ہائیں! ہائیں!! ابھی سے۔

منصور — ضروری کام ہے۔

اکبر — اچھا مگر ہمارا بھی کام یاد رکھنا۔

منصور — سحن مروان جان دارد۔ ! السلام علیکم

حیدر — آقا ٹھیرو ہم بھی چلے آخر ساتھ رہے یار۔

ان دونوں کے جانے کے بعد اکبر و منصور کو یہ موقعہ ملا کہ وہ آپس میں راز کی باتیں کریں۔ اکبر منصور سے کچھ چپکے چپکے کہ رہا ہے۔ اور وہ نہایت استعجاب سے سن رہا ہے

باب دہم

ار کجا می آئی اے سرت خوبی محو ناز۔ عطر آہنگس تا بد ان عنبر افشاں کاکلم

ہمارے شہر دل نوجوان حامد کے معاہدے اس قدر عالمگیر شہرت حاصل کر لی تھی۔ کہ حیدر آباد کا بچہ بچہ اوسے قدر کی نگاہ سے دیکھتا اور عزت کی آنکھ ہونیز بٹھاتا تھا اس کی خوش خلقی اور اعلیٰ درجہ کی لیاقت نے ہر درجہ اور ہر طبقہ کے لوگوں کے دلوں میں ایسا گھر بنا لیا تھا۔ اور لوٹے مشک کی طرح اوس کے اوصاف حمیدہ کے چرچے پھیلنے لگے تھے اوسے حیدر آباد میں قدم رکھے ابھی دو سال نہیں ہوئے مگر ہر انجمن ہر جلسہ ہر سوسائٹی میں وہ معزز مہمان تھا۔ اور نہایت اشتیاق سے لوگ اوس کے عالی خیالات سے استفادہ کرتے تھے۔ اوس کی بڑھی ہوئی معلومات اور علم وفضل کا لوہا اچھے اچھوں نے مان لیا تھا۔ وہ بزرگ جو اپنی قوم کے نونہالوں کو پھلا پھولا دیکھنے کے آرزومند ہیں اس نوجوان سیلفمر کی قدر و منزلت کرتے اور ہر طرح اس کی بہبودی میں ساعی رہتے۔ اور صرف یہی وجہ تھی کہ باوجود

اچھی طرح جانتا اور ان کینہ توز اشخاص کو خوب پہچانتا تھا۔ مگر یا تو اپنی نیک نیتی اور قابلیت کے زعم میں یا فراخ حوصلگی اور بلند نظری سے اوس کی ابرو پر کبھی چین نہیں پڑا۔ جب سازشیں یا دشمنوں کی مخالفتیں اوس پر ظاہر ہوتیں تو سطحی بے پروائی سے ٹال دیتا یا ہنس دیتا کہ گویا یہہ کوئی بات ہی نہیں رفتہ رفتہ اوس کے حلم اور بردباری نے دلوں کو ایسا تسخیر کیا کہ خود مخالف ہو ہو کر وہی لوگ اوس کی مدح خوان دوست ہو گئے۔ کیونکہ کوششیں بیکار ایسے شخص کی مخالفت پر ہمیشہ ملامت کی۔ یہہ حال دیکھ کر دوست اور بھی اوس کی خوبیوں کا کلمہ پڑھنے لگے۔ یہہ عمر کا جو بیسوان سال تھا جو انسانی زندگی کے عروج کا زمانہ ہے۔

وہی ورزشوں نے اوسے اور بھی چست و چالاک اور سڈول بنا دیا تھا اور مجلسوں میں آنکھیں اور انگلیاں اس کی طرف اٹھتی تہین اوس کے فوٹو اصلی قیمت سے بھی زیادہ قیمت پر فروخت ہوتے تھے۔

حامد کی خوبصورتی اور ہر دل عزیز ہونا ایک فوٹوگرافر لیڈی مس لیمبارٹ کے حق میں مفید ہوا۔ وہ آج کل حامد کی کوٹھی کے قریب ایک دوسرے مکان میں فروکش تہی۔ یہہ لیڈی فن مصوری سے اچھی طرح واقف تہی۔ اور اکثر اُن موقعوں اور جلسوں کی تصویریں کھینچتی تہی جن میں حامد کی شرکت ہو۔ یہہ تصویریں ہاتھوں ہاتھ بک جاتی تہیں کیونکہ ان دنوں حامد کی تصویر سے البم کی آرائش کچھ فیشن میں شمار ہونے لگی تہی۔ لیڈی فن مصوری کے علاوہ کچھ موسیقی میں بھی دخل رکھتی تہی اور ظاہری بناو سنگہار سے اپنے خداداد حسن کو اور رونق دینے کی بہت شائق تہی۔ یہہ امور بہت جلد حامد سے تعارف کا سبب واقع ہوئے اور وہ بہت سا وقت ہارمونیم یا کوئی دلکش راگ سے یا اس دلفریب صورت کے ساتھ گفتگو میں گذار دینے لگا۔ جوان لیڈی کی دلربا ادا اوس کبھی تو اوس کو

معصوم بناکر ٹھنڈے ٹھنڈے سانس بھرنے پر مجبور کرتی ہیں - اور کبھی حالتِ انبساط میں شگفتہ اور بشاش کر دیتی ہیں -

اپریل ۱۹۱۸ء کی پہلی اتوار کا دن صبح کا سہانا وقت ہے - حامد اپنی کوٹھی کے برآمدہ میں بیٹھا ہوا ہے - سامنے ایک خوشنما چھوٹی میز لگی ہوئی ہے اور وہ ایک کاغذ کے پرزے پر کچھ نوٹ کر رہا ہے - اوس کا چہرہ بتا رہا ہے کہ کسی ضروری اور بڑے کام میں مصروف ہے اور بار بار گھڑی پر نگاہ ظاہر کر رہی ہے کہ کسی ابھی آنیوالے امر کی شدت ہے -

سامنے کی روش پر مس کنتھارائن اٹکھیلیاں کرتی ہوئی آرہی ہے مگر حامد کو اپنی مصروفیت میں ذرا اطلاع نہیں - مس کیتھارائن کا انداز خرام اور اس کا حامد کی طرف کن آنکھیوں سے دیکھ دیکھ کر مسکرانا - بے تکلفی سے پھول توڑنا اور پھر دلِ عشاق کی طرح مسل مسل کر پھینک دینا - ستارہ جمال پاؤں کی لغزش اور پھر پھر لغزش پر تبسم آمیز چین جبین اور عمداً حامد کو متوجہ کرنے کو کچھ ہونٹوں ہی ہونٹوں میں کہتے جانا یہہ سب ایسی چالیں نہیں کہ جب حامد کی نظر ادھر متوجہ ہوئی تو چند منٹ تک دوبارہ کاغذ کی طرف متوجہ ہونے سے قاصر رہی -

حامد — از کجا می آئی ای سرمست عولی محو بار — عطر آگین نالہ من عنبر افشان تا کہ

مس — علی الصباح کہ مردم بکار و بار روند — بلاکشان محبت بکوئے ——

حامد — ہاں ہاں پھر جیسا کیوں گئیں کہو نہ کہو — بکوئے یار روند

مس — واہ واہ تو یوں کہو کہ میں نے فارسی پڑھکر ہی ڈبوئی ——
اور پھر کیا ہے یار کے معنے دوست کے ہیں - کیا آپ میرے دوست نہیں ہیں ؟ ہمارے ہاں تو یہہ کچھ عیب نہیں -

حامد — ہاں کیوں نہیں مس تمہارا دوست اور ہم میرے دشمن -

مس — (ذرا چونک کر) یہہ کیونکر ؟

حامد	وقت کم ہے اور تم میرے کہنے میں خلل انداز ہوئیں۔ تم آئیں اور میں نے کام کو خیرباد کہا۔

مِس	تو خیر میں جاتی ہوں آپ اپنا ہرج نہ کریں۔

یہہ کہکر لیڈی نے برآمدہ سے نیچے قدم رکھا۔

حامد	ہائیں! ہائیں!! بات سنو۔

مِس	(جواب نہ دارد)

حامد	سر کے گلدستہ سے ایک پھول نکالکر اور لیڈی پر پھینککر
واہ یہہ بھی کوئی بات ہے۔ ایسی تنک مزاجی۔ تم سے کچھہ کہا ہے۔

مِس	میں پھر آسکتی ہوں اب آپ کا ہرج ہوگا۔

حامد	نہیں ایسا ہرج نہیں ہوتا۔ وہ تو لیکچر کے واسطے دو تین نوٹ جمع کررہے تھے۔

مِس	آپ کو لیکچر ہی سے فرصت نہیں ہوتی بڑے بکھار سے لغو ہیں کہ بڑے

حامد	لوگ آ آکر اصرار کرتے ہیں تو میں کیا کروں؟

مِس	تو کیا آج ہی جلسہ ہے۔؟

حامد	آج تو سمجھیے۔

مِس	کہاں۔

حامد	وارڈ انسٹیٹوٹ میں

مِس	میں نے تمہاری لیکچر دیتے ہوئے تصویر نہیں لی آج اوس جلسہ کی تصویر لوں۔ کیوں؟

نوٹ سلہ جب مولوی سید آل حسن اسماعیل خان صاحب میر ٹسٹ کورٹ اودے پور ہوئے۔ تو وارڈوں کی تعلیم اور اصلاح کے واسطے ایک وارڈ ماسٹر قائم کیا پہر ایک سکول بھی کہولا۔ تہوڑے عرصہ میں کافی تعداد طلبا کی جمع ہوگئی اور بڑے بڑے نمایاں ترقی کی خصوصاً وارڈوں کی تعلیم میں بہت کامیابی ہوئی۔ اور اُمید تھی کہ ریاست کے کمسن رئیسوں میں علم کی دولت پہیل جاتی مگر افسوس ہے کہ مولوی صاحب مذکور کی رخصت حاصل کرلینے کے بعد مدرسہ کی طرف توجہ نہوئی۔ اور رفتہ رفتہ توڑ ڈالا گیا۔

مس — تمہیں تو یہہ سمجھے تو ہے   حامد — میں تمہاری نہایت ممنون ہوں
یہہ صرف آپکا طفیل ہے کہ اب بڑے بڑے آدمی مجھ ہی سے تصویر کھنچواتے ہیں ۔ ورنہ پہلے
کون جانتا تھا ۔

حامد — الحمد للہ!

باب یازدہم

دیکھنا تقریر کی لذت کو جو اُس نے کہا   میں نے یہ جانا کہ گویا یہہ بھی میرے دل میں تھا

اتوار کا دن صبح کے نو بجے وارڈ انسٹیٹیوٹ کے دروازہ پر سواریوں اور سواروں کے پرے جمے ہوئے ہیں سڑک پر گھوڑے گاڑیوں کی کثرت سے پیدل راستہ چلنے والوں کو سخت پریشانی اور تکلیف میں ڈالتی ہے کیونکہ یہ سلسلہ اس قدر دور تک چلا جاتا ہے کہ اکثر موقعوں پر ہر شخص کو اپنی حفاظت جان کی خاطر بہت تکلیف اٹھانی پڑتی ہے ۔ انسٹیٹیوٹ کے دروازہ پر خوشنما درختوں کے پتوں اور بیلوں کی آرائش اس وقت عجب بھلی معلوم ہوتی ہے ۔ دروازہ کی پیشانی پر سے سورج کی کرنیں "ویلکم" کے چمکدار سنہری حرفوں پر پڑ پڑ کر ناظرین [مہمان] کی آنکھوں میں چکا چوند پیدا کر رہی ہیں۔ دروازہ سے ہال تک بجری کی سڑک کے کنارہ خوشنما پودوں کے گملے سجے ہوئے ہیں جن میں بارت کے صناع نے ایسے ایسے عجیب گل کھلائے ہیں کہ بے شمار آنکھیں حیرت اور استعجاب کے ساتھ دیر تک دیکھتی ہیں اور سیر نہیں ہوتیں ۔ اور ان پر مالیوں کے سلیقہ مند ہاتھوں نے ان کو ایسی عمدگی سے ترتیب دیا ہے کہ ان کا حسن اور دوبالا ہو گیا ہے ۔ خصوصاً اُن کی بہار ہال کے سٹرھیوں پر دیکھنے کے قابل ہے ۔ کیونکہ یہاں خوشنما پودوں کی کثرت اور عجیب عجیب پھولوں کی بہار سے ناواقف آنکھیں فلورنس کے دھوکہ میں پڑتی

ہیں سبز مخمل کے خوشنما سرخ حاشیہ دار لٹکے ہوئے ہیں۔ اس قسم کی خوشنما پردوں اور بہار
چشم تصور سے دیکھی جا سکتی ہے لیکن زبان قلم سے ادا نہیں ہو سکتا

وسیع ہال کی دیواریں خوشنما قطعات اور تصاویر سے آراستہ ہیں۔ فرش پر بیش بہا قالین بچھے ہوئے ہیں۔ اور اوپر نہایت نفیس کرسیاں قطار در قطار لگی ہیں۔ ڈائس پر ایک بڑی میز بچھی ہے جس پر خوشنما کلاہ پڑا ہوا ہے اور پریسیڈنٹ کی عالیشان مرصع کرسی رکھی ہوئی ہے۔ اس کی پشت اور پایوں پر ایک لاس ہے۔ لیکچرار اور دیگر امراء کی کرسیاں ہیں جو اپنی خوبصورتی میں بے نظیر ہیں۔ میز پر بھی خوشنما گلدانوں میں گلدستے نہایت سلیقہ دلفریبی اور خوشنمائی سے رکھے ہوئے ہیں کہ ان کی پیاری پھولوں کی دلکش خوشبو اور پھولوں کی دلربا صورت تھوڑی دیر کے لئے ہر ایک مہمان کی توجہ عالم محویت میں اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔

ہال کے دونوں طرف جماعتوں کے کمرے ہیں۔ جن میں دریوں کا فرش ہے اور اوپر ڈیسک اور ماسٹروں کی کرسیاں قرینے سے رکھی ہیں۔ جماعتوں میں دیواروں پر نقشے نفیس قطعات کے ساتھ آویزاں اور دیگر تصاویر بھی آویزاں ہیں جو علاوہ مکان کی آرائش کے طلبہ کی معلومات کا ذخیرہ آسانی زیادہ کرتے ہیں۔ مدرسہ کی عمارت کے سامنے چھوٹا سا خوشنما باغیچہ ہے جس میں میوہ دار ڈالیاں جھوم رہی ہیں اور خوش الحان پرندے بیٹھے راگ گا رہے ہیں۔ اور چونکہ آجکل موسم بہار ہے کیاریاں پھولوں کا تختہ بن رہی ہیں۔
ساتھ ہی سنبل و ریحان استادہ ہے۔ [illegible] سمن پیادہ

باغیچہ کے دوسری جانب بورڈنگ ہاؤس ہے جس میں تین کمرے ہیں۔ کمرے گویا سادگی آرائش اور آسائش کا نمونہ ہیں۔ ایک کمرہ میں دو دو طالبعلموں کے رہنے کی جگہ ہے۔ ان کمروں میں ایک ہی قسم اور ایک ہی حیثیت کا سامان نظر آتا ہے۔ [illegible] سے [illegible] گئے ہیں ان کی [illegible]

جانب طلبہ کا بستر ان لگی ہوئی ہیں۔ دوسری طرف دیواروں کے برابر کتابوں
کی الماری اور میز کرسی رکھی ہے۔ میز پر کلوتھ اور اوس پر تعلیم کا
ضروری سامان خوش سلیقگی سے رکھا ہوا ہے۔ خوشنما چوکھٹوں میں
اوقات اور دستور العمل کے نقشے جڑے ہوئے ہیں۔ اور یہ ہی اونکو
کمروں کی آرایش ہیں ہر ایک کمرے سے متعلق ایک ایک حمام اور ملازم کے
رہنے کی جگہ اوسی کمرہ سے ملحق ہے بورڈنگ کے بیچ میں کمرہ میں اور
وسیع کمروں کے گرد بنے ہوئے ہیں۔ ان میں سے ایک ریڈنگ روم
ہے جس میں ایک بہت بڑی میز لگی ہوئی ہے اور چھت میں بڑے
بڑے قیمتی لیمپ لٹکے رہتے ہیں۔ جن کی روشنی سے رات کا دن ہوجاتا
ہے تاکہ طلبہ بے تکلف پڑھ سکیں۔ دوسرا ڈائننگ ہال ہے اور تیسرا
لائبریری۔ لائبریری کا کمرہ نہایت آراستہ ہے دیواروں کے برابر
الماریاں لگی ہوئی ہیں۔ جو بیش بہا کتابوں سے پُر ہیں جو دنیا کے
بڑے بڑے نامور مصنفوں۔ اور علموں عالموں کا سرمایہ ناز رہی ہوں
وسط کمرہ میں سنگ مرمر کی ایک گول میز ہے جس پر چند اخبار رکھے
ہیں۔ کمرہ میں بہت سی وسیع آرام کرسیاں بہت قرینے سے لگی ہیں جن پر شوقین طلبہ اپنی فرصت کے
قیمتی وقت میں اپنے دل و دماغ کی آراستگی کرتے ہیں

آج طلبہ کے چہرہ کی مسرت دیکھنے کے قابل ہے اُن کے چہرہ سے
خوشی کا اظہار ہو رہا ہے۔ دل بشاش اور کچھ متحسن ہیں۔ یہ سب
ابھی ابھی یونیفارم ڈریس پہنے مدرسہ کے ہال میں جمع ہیں۔ ان کی شائستگی
سنجیدگی۔ متانت۔ اُن کی اوستادوں کی لیاقت اور عمدہ تربیت کا
ثبوت دے رہی ہے۔ استادوں کا استقبال معزز
مہمانوں کے استقبال میں سرگرم ہے۔ جن کا اس وقت

تانتا لگ رہا ہے۔ مہمان آتے اور قرینہ قرینہ سے بٹھائے جاتے ہیں۔ ابھی تو نہیں بجے مگر ہال بھرتا چلا ہے۔ اوستاد اپنے اپنے یونیورسٹی[۱] کے گون پہنے ولسوزی اور سرگرمی سے انتظام میں مصروف ہیں۔ خدام باادب جابجا ایستادہ ہیں۔ اور نہایت شوق و اشتیاق سے صدر مجلس نواب بشیر اللہ و لہ سر آسمان جاہ کے سی۔ اس۔ آئی۔ کی تشریف آوری کا انتظام ہے۔ مہمانوں کو پروگرام تقسیم کر دیا گیا ہے۔ اور اس کے پڑھنے کی مصروفیت نے اس سنجیدہ شہے غل میں جو ایسے موقعوں پر ہوتا ہے کمی پیدا کر دی ہے۔

ہمارے دوست مسٹر حامد ایک اور معزز نوجوان وزیر کے ساتھ داخل ہوئے ہیں۔ بہت ہی تپاک سے سپرنٹنڈنٹ[۲] صاحب وارڈ انسٹیٹیوٹ سے مصافحہ کر کے باتیں کرتے ہوئے ہال میں داخل ہوئے۔ بہت سے احباب سے ہاتھ ملایا اور جہاں جہاں ڈینر پر پہونچے۔ کیونکہ لیکچرار ہونے کی حیثیت سے انہیں وہاں جگہ دی گئی ہے۔ پروگرام دیا گیا اور یہ اوسے پڑھنے لگے

پروگرام

(۱) سپرنٹنڈنٹ صاحب وارڈ انسٹیٹیوٹ سالانہ رپورٹ مدرسہ سنائینگے۔
(۲) شمس العلماء خان بہادر مولوی جمیل احمد خان صاحب نظم پڑھیں گے۔
(۳) کپتان مولوی مرزا حامد۔ ایم اے تعلیم پر لیکچر دیں گے۔
(۴) مولوی جلیل اللہ خان صاحب بی۔ اے۔ بی۔ ایل۔ ایک مختصر اسپیچ دینگے۔

نوٹ [۱] بامالگما۔ مالوا مرداج ہوا۔ [۲] بی۔ اے اور ایم اے وغیرہ ڈگری کے اعلیٰ امتحان پاس شدہ اشخاص کو ایک خاص قسم کا ملبوس جو گون کہلاتا ہے دیا جاتا ہے۔ یہ گون عموماً ایسے جلسوں یا ملاقاتوں میں پہنا کرتے ہیں [۳] ان دنوں میں مولوی محمد جامع صاحب سپرنٹنڈنٹ وارڈ انسٹیٹیوٹ تھے۔

۶ - مس فصیح الدین و مسز سعید احمد بیگ متعلمات اُردو انسٹیٹیوٹ حاضرین
جلسہ کی تشریف آوری کے شکریہ میں ایک نظم پڑھیں گی اور بعدہ ۱۲ بجے
جلسہ برخواست ہوگا۔

گھنٹہ میں نو بجے اور ساتھ ہی ایک شہرہ و شور میں ایک آواز کہ نواب
مدار المہام بہادر تشریف لاتے ہیں کہتے ہوئے سنائی دیتے۔ نہایت ادب سے
صدر مجلس صاحب کا استقبال کیا گیا اور ان کی کرسی صدارت پر تشریف فرما ہونے کے
بعد کارروائی جلسہ شروع ہوئی۔ ہر طرف سناٹا چھا گیا [illegible] مسٹ
سپرنٹنڈنٹ صاحب کو اس سال میں مدرسہ کی ترقیاں اور دیگر کوائف بیان
کرتے ہوئے صرف ہوئے۔ اور آئندہ بہت اچھے اچھے امیدوں کا اظہار کیا گیا۔

مولوی جمیل احمد صاحب کی نظم نے حاضرین جلسہ کو بہت محظوظ کیا۔ آپ کی
شیریں کلامی۔ فصاحت بلاغت اور بلند پروازی طبع ہر ایک مضامین کی داد میں
چیرز کے شور سے ہال گونج اٹھا۔

ان کی نظم کے بعد ہمارے ہیرو کی باری آئی وہ عجب مزانہ انداز سے
باہر نکلا رہے عالم شباب کا موسم بہار اور اس کی [illegible] کا سکہ و لو سر [illegible]
تھا اس کا باعث ہوا کہ بعض نظریں رشک سے اور [illegible] اس پر پڑیں
اس نے گھڑی نکال کر دیکھی اور معلوم کیا کہ ابھی دس بجنے میں [illegible] باقی ہیں
جیب سے نوٹس نکالے اور حاضرین جلسہ پر سرسری نظر ڈالی لیکن جب وہ آنکھیں
صدر انجمن کی طرف [illegible] نو کاغذ کی مش نے ہاتھ سے [illegible] رعشہ کے اظہار
سے دلی کیفیت کا آئینہ دکھایا۔ اسی اثنا میں اس کے بعض بہاں سے [illegible]
کی مسرت کے اظہار میں چیرز کی آواز نے اسے تقویت دی اور چیرز کا شور
کم ہوتے ہی لیکچرار کے ہونٹوں سے جادو بھرے الفاظ نکلنے لگے۔

و هو هذا

الٰہی شد نئی سرِ تجلّی دور ما ہم رو [illegible] سول ما طلب سی کلاماں کن بیا غم را

سیری کی عمر کا سو سم بہار دو تھی یہ اگر دو ۔ ۔ ۔ ما لی الا تفسیر) وہ زمانہ تھا جب بیس دہلی

کے [سلام] ہ سینٹ سٹیفنز کالج میں پڑھتا تھا تعلیم سے فارغ ہو کے کالج اور دہلی کے اعلیٰ

درجے میں ہوں تو کسی سے پڑھاتی نہیں رہا۔ لاہور سے کالج کی طرح چند دن ایک

بار یہاں بھی مذہبی اور اخلاقی مضامین پر لکچر دیئے جاتے ہیں۔ آپ جانتے

ہیں کہ جب لائق اور وضیع مذہبی جوش دل میں اپنا وعظ مذہبی سنا کرتے پر کہتے

ہوتے ہیں تو پند و نصائح سے باہر لگا دیتے ہیں۔ لیکن افسوس کہ اکثر ایسا ہوتا ہے

کہ مذہبی [illegible] ان سے کچھ سمجھ [illegible] نہ آتے ہوئے

دل پکڑ کر رہا نہ سکا [illegible] ان میں ایک صاحب تھا

[illegible] ایک [illegible] میں سمجھ سکے کہ پہ بدرستی کا سرا ہیں جو ادا دل سے

ہوتا اور باقی وہ جانیں اور ان کا خدا [illegible] اور ان [illegible] سے

یہ خیال ایک [illegible] ہوا۔ یہ کہ آپ بہار سے آ کر لفظ مذہبی اور اخلاقی

تعلیم مضمون پر دیئے جاتے ہیں [illegible] کی اہمیت [illegible] قائم کر دیں تو ضرور

مذہب کا سب سے بڑا کام [illegible] باتیں کبھی نہ ہو سکیں [illegible] اور یوں ہر ایک

شخص کو [illegible] کتاب پڑھ کے اور اپنے دل کو اور ان کے مضامین

سے کار بنا سکے۔ [illegible] کیسا اچھا [illegible] پڑتا ہے

کہ بہت سی [illegible] باتیں نفس کا حصہ ہو جاتی ہیں۔ لیکن افسوس کی آنکھوں سے

[illegible] سکے [illegible] بیٹھے جب یہ خیال آتا ہے کہ ادھر کسی کو توجہ

نہیں۔ اور کوئی جائے دعوا اپنی بہتر چکے لیکن نہیں [illegible]

نونہالوں کا کلچر لیتن نو ضرور ہے۔ اگر دنیا میں [illegible] اور عزت و حرمت

[سلام] ۵ دہلی کالج ٹوٹا ڈیکمبرج مشن کے [illegible] کالج قائم کیا۔ ۱۸۸۱ کی عمارت کشمیری

دروازے [illegible] تھا۔ یونیورسٹی کے [illegible] یہاں پڑھائی ہوتی ہے۔ علاوہ

اس کے [illegible] جاتی ہے

سے محبت ہے اور سچی محبت ہے۔ مذہب کا خیال ہے اور حقیقی خیال ہے۔ تو
ہمیں اپنی آئندہ نسلوں کو سدھارنا چاہئے۔ یہی بچے ہیں جو اسلام
کے نام کو زندہ رکھنے والے ہو سکتے ہیں۔ اور اس اجڑے دیار یعنی ہندوستان
کے دن پھر سکتے ہیں تو یہ ان ہی کی سعی اور کوشش کا نتیجہ ہو سکتا ہے۔
ایک زمانہ وہ تھا کہ سرکاری ملازمت کو تعلیم یافتہ اشخاص کی ضرورت تھی اور اس زمانہ میں
مڈل پاس کرنا لیاقت کا تمغہ حاصل کرنا تھا۔ جن کو خدا نے پیش بین آنکھ دی تھی وہ اس
وقت انگریزی تعلیم کے پیچھے سرپٹ دوڑ گئے۔ اور اب اس طرح ترقی پر ہیں کہ
ہندوستان کی انگریزی کا تار اپنے ہاتھ میں لئے ہوئے ہیں۔ لیکن پرانی لکیر کے فقیر جو زمانہ کی رفتار
سے ناواقف تھے کفر و ارتداد ہی کی صدا لگاتے رہے۔ اور یہ سمجھ بیٹھے
نہ ہونے دیا۔ اس کا جو نتیجہ ہونا تھا وہی ہوا کہ ایسے پستی میں گر گئے ہیں کہ پل
تک نہیں سکتے۔ زمانہ کی رفتار کے آگے بھلا کس کی چلی ہے۔ اب ان ہی کی
اولاد آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر روٹی روٹی کو ترستے ہیں۔ یہ اب بھی کبھی کبھی انگریزی
تعلیم کو مکروہ ضرور بتا دیتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ جب گذر اوقات کی صورت ہی
تو یہ کافر وہ بیچارہ اگر دل کا ہے اور سچا ہے اور اب ہوا بتا رہی ہے کہ توقف
کہ دروازے بند ہو گئے اور آئندہ [illegible] پھر سچا [illegible] کیا ہو رہا ہے جب ہر طرف
حکومت گھس رہی ہے۔ اور اس پر طرہ یہ کہ اکثر ملازمت اور گورنمنٹ سے
نکالے گئے۔ ایک دن وہ تھے کہ لوگوں نے نوکری کی خاطر پڑھا اور یہ بھی پڑھا
لیکن اگر علم کی اتنی ہی قدر کی جائے کہ وہ نوکری کا وسیلہ ہو۔ یعنی روٹی
کمانے کے کام آئے تو اس کی اس سے زیادہ ذلت نہیں۔ [illegible] اور [illegible] پیدا
کئے اور ان کی [illegible] کا مزدوری کیا اور پیٹ پالا۔ ہے۔ وہ یہ نہیں
جانتے کہ [illegible] امیر [illegible] [illegible] [illegible]
[illegible] [illegible] کی ضروری شرط

آج کل ہندوستان میں تعلیم کی ترقی ہے اور اگرچہ صرصر زمانہ نے تمام ناچیزی
کی ردی کوڑن کو خس و خاشاک کی طرح اڑا دیا ہے پر ملازمت نہ ملنے کے سبب لوگوں کے
دل تعلیم کی طرف سے کھٹے ہیں اور ہوتے جاتے ہیں۔ لیکن پھر بھی لوگ یونیورسٹی
کورس کی پٹیا پہ کچھ ایسے پڑ لئے ہیں کہ بہرکیف آنکھیں بند کئے ادہر ہی پلا جاتا ہے
اگرچہ ٹڈ بڑاتے ہیں بی۔ اے۔ اور ایم۔ اے۔ کے حرفوں میں کچھ ایسی قوت
ہے کہ دلوں کے کھینچنے میں مقناطیس کا کام کرتی ہے اور خدا کو ہندوستان کے
حق میں کچھ بہتری کرنی ہو کہ جھٹ ان کے دلوں لگا دی ورنہ ہندوستان کو یورپ
کی سی آج کل کی ترقی نصیب ہوگی یا نہ ہوگی الا انگلستان میں وہاں کے سب سے ڈراک
[illegible] ہیر سچاد یا پڑتا ہے سنہ ۶ سے سنہ ۱۱۰۰ تک یورپ میں ایک زمانہ
گذرا ہے کہ ان کی تاریکی میں ہاتھ کو ہاتھ نہ سوجھتا تھا۔ مذہب اور اخلاق دونوں
مردہ پڑے تھے جن کا نہ کوئی نام لیوا تھا نہ پانی دیوا۔ ریں منحصر تھی جس میں وحشی
و دیگر حیوانات اپنے ہم جماعت انسانوں کے ساتھ آرام سے رہتے تھے صنعت
اور دستکاری کا تو کیا ذکر ہے معمولی استعمال کی اشیاء بھی نایاب تھیں دن دہاڑے
قافلے لٹتے ہیں اور جو مضبوط قلعوں سے نکل نکل کر بیگناہ مسافروں کے

نوٹ: اٹھارویں صدی عیسوی سے لیکر گیارہویں صدی تک یورپ میں فیوڈل سسٹم (آئین جاگیرداری) قائم رہا اسکا بانی چارلس مارٹل تھا جس نے دربار کے ارکان میں اپنی تمام زمین تقسیم کردی اور ان سے یہ عہد لیا کہ بوقت ضرورت فوجی امداد کرینگے ارکان دربار نے بھی ماتحت امرا کو اپنی جاگیریں تقسیم کردیں اور ان سے اپنی وفاداری اور فوجی امداد کا اقرار کرالیا۔ رفتہ رفتہ یہ جاگیریں موروثی ہوگئیں اور [illegible] اصلاح قوم اور مذہب اور تہذیب اخلاق میں دوڑ گیا۔ امرا اول اول ان [illegible] وفادار [illegible] ساتھ اطاعت [illegible] بعد [illegible] امور [illegible] اور تعداد میں بہت ترقی ہوئی لیکن [illegible] بادشاہ کی اطاعت سے انحراف کرکے اپنی اپنی جاگیروں میں [illegible]

(۲۹) [illegible]

کا حال ایسا تو کیوں ہوتا مگر سلطنت دہلی کے زوال کے بعد خلق خدا ملک خدا تھا
یہ تعلیم ہی کا اثر ہے کہ حیوان سے انسان (وحشی) سے مہذب۔ جاہل سے عالم۔
نادان سے عقلمند بنائی ہے۔

ہمارے ہندوستانیوں نے ابھی سیکھ ہی کیا لیا ہے کہ آپے سے باہر ہو چلے
"چلّو ہی بھر جو پانی میں گنڈ بھر اچھل چلے"۔ یورپ کی ہمسری کو تو ابھی مدتیں چاہئیں
اتنا ہی تو نہیں کہ خود ملک اور اہل ملک کے لئے کچھ مفید ہو سکے اور اگر مفید
ہوتا تو اجکل روزگار کی یہ شرہ شرہ نہ پڑ رہی ہوتی۔ بڑے بڑے سامانوں
کا تو کیا ذکر ہے آجکل ایک دیا سلائی کا بکس اور درزی کی سوئی درکار ہو تو یورپ
کا ہاتھ تکنا پڑتا ہے۔ غریب سا غریب ہو تو وہ بھی اُن کی تجارت کو نفع پہنچائے
بغیر نہیں رہ سکتا۔ اور جب ہم اسطرح ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھ جائینگے تو خواہ مخواہ
دوسروں کو ہاتھ رنگنے کا موقع ملیگا یہ تجارت ہی کا تو ثمرہ ہے کہ ہندوستان
جھٹکے ہی جھٹکے خالی ہو گیا اور کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوئی۔ اب لوگ کیوں نہیں
کہتے کہ اس تجارت ہی کی بدولت ہندوستان اس سرے سے اُس سرے تک
انگریزی قبضہ اختیار میں آگیا۔

خدا کی دین کا موسیٰ سے پوچھئے احوال — کہ آگ لینے کو جائیں پیمبری مل جائے

ہمارے تو پھوہڑ پن کا یہ حال ہے کہ روئی ہمارے ملک میں پیدا ہو اور
کپڑے ولایت سے بن کے آئیں اس صنعت وحرفت ہی کی بدولت
دولت انگلستان میں لوٹ پڑی ورنہ یوں کسی سے کون چھین سکتا ہے اگر

(متعلقہ صفحہ ۱۰)
اقوال کا کوئی نگراں نہ رہا عام رعایا کی بہبودی کا خیال بالکل جاتا رہا۔ اور حد یہ کہ وہ بادشاہ سے
ڈرتے ہی نہ تھے اکثر امراء سے دوہم یا بیجا جب تک یہ حالت کی تاریکی ہوا ہی تھی لوگ بھی بیٹھ کر
لوٹ (جاگیردار سردار) دل کھول کے لوٹ مار کرنے لگے تھے۔

ایک آج بھی تو ترقی ملک و قوم کو رفتہ رفتہ ہوتی نہیں۔ البتہ علم پڑھے ہیں اور اوسکو
زیادہ [illegible] کام میں صرف کرتے ہیں تو بالکل اور [illegible] علم سائنس و علم [illegible] فضیل تو
ہمارے ہاں کالج میں بہت پڑھتے ہیں گا ایسے کہتے ہیں کہ ذرا محنت کیے تو ہوں
بالکل نہ سنتے ہیں اوسکے کام میں لا سکے [illegible] ہاں ڈپٹی کلکٹری یا اکسٹرا
اسسٹنٹ کمشنری کے امتحان پاس کی راہ لیتی ہے اسکو ہی کہتے ہیں
وضع الشئ فی غیر محلہ۔ اگر کچھ کرنا ہے تو علم پڑھو اور عالم باعمل بنو ان
پر [illegible] تفسیر و حدیث [illegible] پڑھو [illegible] اشعار [illegible] فن و علم اخلاق
پڑھو اور [illegible] کو [illegible] اور اوس پر عمل نہ کرنا تو جاہل رہو
[illegible] کہا ابن المبارک [illegible] تمہارے [illegible] ہیں اون کے
[illegible] تو خبر [illegible] آئیگا اب تو تمکو علم حاصل
کرنے کی ضرورت ہے [illegible] کی طرف [illegible] ہوکر [illegible] کوئی کام کرنے کی ضرورت
علم حاصل کرنیکی [illegible] ہونی چاہیے [illegible] ان کا کام تو یہ ہے [illegible] شام
صبح [illegible] صبح سے شام اسی دنیا میں [illegible] کچھ [illegible]
لے تو [illegible] لیکن ضرور نہیں [illegible] دولت ہو اگر ہم دولت حاصل کرنے
کو [illegible] سے علم حاصل کرتے ہیں تو ہم نفس کو دولت کا غلام بنا لیتے ہیں [illegible] اسلام
اس [illegible] کا کچھ [illegible] اور [illegible] غالی ہوتی جاتی [illegible]
تمہارے [illegible] اور [illegible] باتوں سے [illegible])
اور [illegible] پھر اوس [illegible]
[illegible]
[illegible]
اور [illegible]
[illegible]

سے تمہاری اب دستگیری ہو سکے گا۔ اور اب ہم یہ نہ کہہ اٹھ سکیں گے کہ یہ صلہ
انہی کو مبارک ہو۔ ہمیں ان کی پرواہ نہیں کیونکہ ہمارے پاس ان سے بہتر دولت
ہے اور یہ کیا ضرورت ہے کہ ہم دنیاوی اعزاز سے ممتنع ہوں۔ لیکن وہ عزت
جو خوشامد، چاپلوسی، سفارش یا اور [illegible] ذرائع سے حاصل ہو گی، [illegible]
خدا تمہیں نصیب نہ کرے۔ بلکہ وہ حقیقی عزت کہ اگر اور کوئی دوسرا تمہاری
عزت نہ کرے تو تم خود اپنی عزت کر سکو وہ عزت جو دنیا بھر کے اعزاز و اکرام
سے تم کو مستغنی کر دے اور وہ عزت جو کانشنس کے [illegible] سے حاصل
ہوتی ہے۔ (چیرز)

ہماری بے انتہا مہربانیوں میں سے جو انسان کے [illegible] والے کے
واسطے مبذول فرمائی ہیں ایک کانشنس ہے۔ اگرچہ سلسلہ کلام طویل ہوتا
ہے مگر اس موقعہ پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ میں تم کو کانشنس کے معنی
سمجھاؤں تمہاری عمریں اب اس درجہ پر پہنچ گئی ہیں کہ کانشنس [illegible]
تمہارے دل نشین کی جا سکیں اور اگر میں اسی [illegible] (دانائی
ابجد) کی چال گذر جاؤں تو ساری کوشش [illegible] حاصل [illegible] پیش
قوت ہے کہ انسان کو برے کام کرنے وقت ملامت کرتی ہے۔ اور اگر [illegible]
اپنی ڈھٹائی سے اس میں اصرار کیے جائے تو دل میں ایک قسم کی شرمندگی
اور ملامت آمیز تکلیف محسوس ہوتی ہے۔ یہ وہ قوت ہے کہ [illegible] یا
اولوالعزمی یا انسانیت یا نیکی یا لیاقت کا سچ مچ کوئی کام کرتے ہیں تو وہ اسی [illegible]
ہی [illegible] اور دلی خوشی [illegible] اس کا [illegible] اچھا
ہے [illegible] یہ وہ قوت ہے کہ جب ہم کوئی [illegible] یا خوشامد
یا کسی [illegible] سے ایسا کام کرنے لگتے ہیں یا اور کوئی کا [illegible] کرتے
ہیں [illegible] دل [illegible] نہیں [illegible]
ہے کہ [illegible] اپنی غلطیوں کا اقرار کرتے ہیں اور ان کو [illegible]

کر دیتے ہیں تو سچا فتے تنہائی کے ہم اپنے دل ،
کو اپنی ہی نظروں میں اپنا وقار زیادہ معلوم ہونے لگتا ہے۔ جب تک تم
اپنی نظروں میں آپ باوقار ثابت نہ ہو جب تک تمہارا دل گواہی نہ دے کہ تم فی الحقیقت
تم ایسے ہی لائق اور جوہر قابل ہو جیسا کہ تمہاری نسبت خیال کیا جاتا ہے۔ کبھی
مت سمجھو کہ عزت کے دربار میں تم کو بار حاصل ہو گیا یہ بہت سمجھنا کہ پہنچ پانا
اپنا کو سلامت خود امتحان کرنے کے بعد حضور تمکو سمجھ محسوس ہوگا۔ اور اگر تم اپنی
طبیعت پر کاربند ہو گئے اور اسکا کہا مانو گے تو یہ فرمانبرداری خود ہی ہو جائیگی
کہ تم وہ آواز شاید سن سکو۔ اور پھر تمکو کسی اخلاقی معلم کی ضرورت ہے نہ
انتساب کی نہ رہنما کی۔ جس کی آنکھیں روشن ہیں وہ چراغ سے کیا دیکھ سکتا
ہے اسطرح جن کے دل میں نور ہے علم اخلاق ان پر کیا خاک اثر کریگا

(حبیب ز)

تمام انسان خوشی کے طالب ہیں لیکن وہ اسے ڈھونڈتے ہیں تن
آسانی میں۔ تن آسانی خواہشوں میں۔ ناجائز اشغال میں شراب و لہو و لعب میں سود
مشغول رہتے ہیں بیکار لہو و لعب میں۔ ضائع اوقات میں بھلا وہ یہاں کہاں۔
حقیقی خوشی ہے ٹھکانے میں محنت۔ ہمدردی۔ نفس کشی۔ جفاکشی۔ پابندی
اوقات۔ کسب کمال۔ غرض وہ امور جو نفس لوامہ کے موافق ہوں۔ ایک
وہ ہیں کہ رات بھر عیاشی و فسق میں بسر کئے۔ اور صبح کو اٹھے تو کسلمند۔
حالت طبع کی شکستہ۔ دوسرے وہ ہیں کہ تنہائی کی رات چراغ کے سامنے
بسر کر دی لیکن وہ وہ خوشی پر ہے کہ بقائے دوام کے سر پر تاج ہو کر چمکے
اگر عزت اور شہرت حاصل کرنی ہے اور حقیقی خوشی کے طالب ہو تو اس
وقت کو غنیمت جانو۔ شباب کی راتیں کتاب کے سامنے صبح کرو گے تو تمہارے
نام شہرت کے آسمان پر آفتاب و مہتاب کی طرح تاباں ہونگے۔ تو تمہیں [۱] دو آتشہ منیر

نوٹ۔ [۱] لیز کلیمنٹ کچھ حاصل نہیں ہوا۔

کمال حاصل کرنا ہتھیلی پر سرسوں جمانا نہیں۔ عمریں صرف ہو جاتی ہیں جب جا کر کچھ
پھل ملتے تو ملتے ہیں اور جوانی تو بھرپور اور شاید بہت سا حصہ بڑھاپے کا
بھی صرف ہو۔

قرنہا باید کہ تا یک کودکے از لطف طبع — عالمے کامل شود یا فاضلے صاحب سخن
سالہا باید کہ تا یک سنگ اصلی ز آفتاب — لعل گردد در بدخشان یا عقیق اندر یمن
ماہا باید کہ تا یک مشت پشم از پشت میش — صوفیے را خرقہ گردد یا حمارے را رسن
ہفتہ ہا باید کہ تا یک پنبہ از آب و گل — شاہدے را حلہ گردد یا شہیدے را کفن
روزہا باید کشیدن انتظار ابر بہار — تا کہ در جوف صدف باران شود در عدن

لیکن یہ سمجھنا کہ اس عرصہ میں مزہ آتا ہی نہیں وہ وہ باتیں کہ دنیا بھر
کی نعمتیں ہیچ معلوم ہونے لگیں گی۔ اور ایک وہ چسکا لگتا ہے کہ چھٹائے
چھٹتا نہ ہو۔ ع چھٹتی نہیں ہے منہ سے یہ کافر لگی ہوئی۔
کسی حکیم کا قول ہے کہ ہمارے دل کی کیفیت فارس کی
آگ کی سی ہے کہ اسے ہر وقت روشن رکھنے کو کچھ نہ کچھ ایندھن
کی ضرورت پڑتی ہے اسے اصطلاح کر لو۔ کوئی دھن ہمیں بھی لگی رہتی ہے۔ اور
اگر عمدہ اور بکار آمد کاموں میں نہ لگایا جائے تو واہیات خیال سوجھتے
ہیں۔ تاکہ کوئی بیہودہ مشغلہ حاصل ہو۔ اسی طرح اس ابتدائی نافہمی سے
کہ آرام دلفریب سے حظ حاصل ہوتا ہے ہر انسان اور آرام طلبی کی
جڑ ہوتا جو حالی سے اسی طرح اوّل اوّل ذرا آسانی سے پابندی اوقات کو
کام میں لانے سے بیکاری اور بیہودہ مشاغل سے نفرت حاصل
ہو جاتی ہے۔ تجربہ ہے۔ وہ دن جاتے ہیں کہ میں نے آپ سے بات میں ایک حکایت
بھی نہیں کہی کہ کوئی صاحب بیشتر سرکاری اچھے مکان میں رہتے اور ایسا
مکان رہنے کو ملا جس میں باغ بھی تھا۔ تاکہ ہر طرح
طبیعت کو شگفتگی حاصل ہو۔ اتفاقاً جس دن میر صاحب گئے ہیں باغ کی

کہہ کہاں بند تھیں - برسوں گذر گئے انہوں نے ادہر آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا ایک روز کسی دوست سے سنا یا تو آپ نے اپنے مسودوں کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ مجھے اس باغ کی بہار کے آگے سب ہیچ معلوم ہوتا ہے

ذوق کو دیکھو کہ بادشاہ دہلی کے استادی اور ملک الشعرائی کی بدولت خاصی خوشحال زندگی بسر کرتے تھے مگر ایک تنگ و تاریک مکان میں بسر کر دی دوستوں نے بارہا کہا بھی مگر انہیں کسی دوسری صحبت کے سبب ادہر کا ہوش ہی نہ تھا -

ستم کن آنچناں کہ ندانم ز بیخودی　　در عرصۂ خیال کہ آمد کدام رفت

آج کل وہ زمانہ ہے کہ علوم و فنون کی گنگا بہہ رہی ہے - اور آزادی کے راج میں رائج ہے - یہاں تک سب اپنی اپنی ہمت و حوصلے کے موافق کام و دہان سیراب کر رہے ہیں - البتہ انگریزی زبان کا پہرہ دار بیٹھا ہے کہ جب تک اس سے شناسائی نہ ہو سکے رسائی ممکن نہیں ہے - آج کل یورپ کی ترقی کا وہ عالم ہے کہ اگر ہم اپنے مذہب یا اپنی ہی تاریخ کی کوئی کتاب لکھنی چاہیں تو یورپ کے کتب خانوں سے استمداد لئے بغیر چارہ نہیں - انہوں نے بلا امتیاز [illegible] ہر علم و فن کا جو دوسری زبانوں میں مفید تھا اسے اپنی زبان میں ترجمہ کر لیا - اور کر رہے ہیں یہاں تک کہ عمدہ عمدہ قصے اور حکایات بھی نہیں چھوڑے -

سائنس تو پیدا انہی کے گھر کی لونڈی ہے انہوں نے [illegible] ہند کے [illegible] جن کی ہندو نگرانی کرتے تھے اور نگرانی بھی [illegible] آج یورپ کے کتب خانوں میں اور ان کی سفارش سے [illegible] [illegible] جس [illegible] [illegible] وہ دیکھنے کے قابل ہے -

[illegible]

جو لوگ عربی زبان حاصل کرتے بھی ہیں وہ بھی برائے نام چند مذہبی کتب
پڑھ لینے پر اکتفا کرتے ہیں اور کوئی جانتا بھی نہیں کہ ان کے خزانے کے
کیسے بیش بہا جواہرات سے بھرے ہیں اور اگر یہی حال رہا تو ایک دن تمام
کتابیں تلف ہو جائیں گی اور یہ زبان ہی زبان رہ جائیگی ۔ اور افسوس ہے
کہ بہت کچھ تو تلف ہو چکا ہے ہندو کیا خوش ہیں جب اون کی وہ پاک
زبان جسکے باغ میں فصاحت و بلاغت کی گنگا جمنا بہتی تھی ۔ جس کے گود
میں علوم و فنون کھیلتے تھے ۔ آج بڑا اچھوت ہے ۔ مسلمانوں کا بھی
حال ہندوؤں کی سی ہے کیفیت چار یار اور چار ون بیکار ۔

ہندوستان کے مسلمان اور ہندو دونوں کو اس کمبخت اردو نے
کھو یا اون سے عربی چھٹی اور ان سے سنسکرت رفتہ رفتہ حالت
یہانتک پہنچی کہ زبان کا حاصل کرنا ہی مشکل ہو گیا ۔ اور جن کو ذرا
بھی شد بد ہو گئی وہ لگے فاضلوں میں گنے جانے ۔ اب اول زبان میں
کما حقہ استعداد پیدا کرنا اور پھر علوم پڑھنا رفتہ رفتہ تکلیف ما لا یطاق
بن گیا ۔ کیونکہ ہر شخص اتنی فرصت اور فراغ کہاں سے لائے ۔ نتیجہ ہوا
تو یہ ہوا کہ سنسکرت تو عالم بالا پر جا رہی ۔ کیونکہ پہلے ہی سے بادشاہ
نے اوسے صرف دربار تک محدود کر کے عوام کے دل و زبان پر اپنا نقش
کر لیا تھا ۔ رہی عربی سو چراغ سحری ہے کلاسکل لینگویج ہے ۔ اسکا صرف نام
باقی ہے ورنہ وہ تمام چشمے بند ہو گئے جن سے علوم و فنون کے گلزار
لہلہاتے تھے ۔ اردو بیچاری ابھی کے آمد کی ہے پھر بھی اس میں اونکے
مطالب کے واسطے پورے الفاظ تو میسر ہی نہیں علمی زبان سے کوسوں دور ہے
چاہیئے ۔ عجیب تا بکجا آید ہنر کند ۔ سو کچھ کتابیں تو چند روز سے حال حال
نظر آنے لگی ہیں ورنہ شاعری کی بھرمار تھی اور اوس میں بھی گل و بلبل کی کہانی ۔

تیس و فرہاد کے فسانہ اور اور چند تبدل مضامین کے سوا جو روز ازل سے
پیرایہ بدل بدل کر چلے آتے تھے خاک بھی نہین خوبی پیدا ہوئی تو یہہ ہوئی
کہ تشبیہہ اور استعارہ کی پیچ در پیچ بندشون میں سیدھے سادہ سے مضامین
جکڑے ہوتے ہین۔ کہ جنکو حل کرنا کوہ کندن و کاہ بر آوردن سے بہہ اس مین بھی
کسی اخلاقی یا مفید مضمون کا پتہ نہین۔ نتیجہ یہہ ہے کہ آج کوئی مفید مضمون
لکھنا چاہین یا کسی علمی کتاب کا ترجمہ کرنا چاہین تو پورے الفاظ بھی نہین میسر آتے
کہ دل کی حسرت نکل سکے انگریزون کو دیکھو کہ شہد کی مکھی کیطرح کہان کہان سے
رس حاصل کرتے ہین اون کے زبان اج اون خزانون سے مالا مال ہے جن پر
کسی زمانہ مین عربی سنسکریت۔ یونانی۔ عبرانی وغیرہ زبانون کا قبضہ تھا
اور اسی پر بس نہین تلاش و تجسس و سیاح کئے جاتے ہین کسی شئے کو
کامل سمجھکر اوس کی ترقی کی اور کوشش نہ کرنا اوسے تنزل کے اندھے کنوین
مین ڈھکا دینا ہے۔ زمانہ ایک حالت پر کبھی نہین رہتا اور کبھی نہین رہنے
دیتا۔ اُس کے واسطے ایک حرکت ضرور ہے خواہ عروج کی طرف ہو یا تنزل
کی جانب۔ عربی اور سنسکریت کی حالت پر افسوس کرنا تمام کے مردہ کا
رونا ہے اب تدبیر ہے تو یہہ ہے کہ ہم اس اردو کو علمی زبان بنانے
کی کوشش کرین اگر ایسا نہ ہوسکا تو انگریزی خواہ کیسی ہی عام اور بے
در پیچ کیون نہ ہو جائے ہندوستانی ترقی نہین کرسکتے۔ کیونکہ اس زبان
پر قدرت حاصل کرنا ایک مشکل ہے اور آرٹس (فنون) سیکھنا دوسری
اردو کو ترقی دینا اور علمی زبان بنانا اون لوگون کا کام ہے جو اردو اور
انگریزی دونون مین کامل مہارت رکھتے ہیں اور خصوصاً اُن بزرگون کا
جو عربی سے بھی واقف ہون۔ انگریزون نے عربی اور سنسکرت ٹٹولکر
تھوڑا سے علوم جو ہمیں ملے اب ہم انگریزی پڑھکر پھر اُن سے اچھے علوم
واپس لے لو۔ اور حال کی تحقیقات جو کچھ ہا تھہ لگے اوسے سود میں

سمجھو کوئی غاصب کہے تو ہمہ اندر شد۔ (چیمبرز) لیکن یہ کام کوئی آسان کام نہیں وقت۔ دولت۔ مسرت۔ فراغت۔ سب کھو دو گے تب کہیں جا کر کچھ ہو تو ہو۔ مَنْ لَمْ يَتَضَرَّعْ فِي الْعِلْمِ الْمَجْهُوْدِ لَمْ يَبْلُغْ مِنْهُ الْمَقْصُوْدَ ۔ اوپر رہے ہے۔ نوجوانوں میں جو سستی دیکھو میں تو بہت ہے بہت ہی بڑھ بڑھ کر ترقی میں قدم اٹھائے ہیں پر افسوس ہے کہ ترقی کے معنے ہی ان کو غلط مفہوم ہوئے۔ میرے دوستو! ترقی اس کا نام نہیں کہ تہذیب و ترقی کو تکیہ کلام بنا کر لباس و وضع میں بے تکلف انگریزوں کا تتبع کریں۔ اگر اتباع کرنا ہے تو ان کے عمدہ اوصاف میں کرو ان کے سے پابند وقت بنو۔ ان کی طرح ایک ایک تحقیق میں جان و مال فدا کر دو۔ ان سے صنعت و حرفت میں سبق لو۔ علوم کے خواہاں بنو۔ اسے تک اپنی قوم اپنی سرکار کو دولت عزت و وسعت بخشو تب کہیں جنٹلمین کے خطاب کے مستحق ہو گے ورنہ اشرف المخلوقات کے تم نے کیا کر لیا اور تمہیں کیا مل گیا جو جنٹلمین افتخار حاصل ہوگا۔ (چیمبرز) ہوا یہ ہے کہ کوٹ پتلون کی آرائش روز بروز ہیں اور اوقات ضائع ہونے لگی۔ پابندی وقت تو پہلے ہی نہ تھی اب ہسند تاز ہر ایک اور نارواہ ہوا۔ خصوصاً طلبہ کو اپنے اوقات کی نہایت قدر کرنی چاہئے طلبا کی فرصت کے وقت نہایت ہی قیمتی ہیں اور چونکہ وہ باقاعدہ طور پر واقع ہوتے ہیں لہذا وہ زیادہ عمدگی سے کام میں لائے جا سکتے ہیں۔ فرصت کے وقت کا سب سے زیادہ عمدہ صرف کرنے کا طریقہ۔ سیلف ہیلپ | [illegible]

نوٹ۔ سلہ۔ جو شخص اپنے علم کے حصول میں کوشش کرتا نہیں ہے [illegible] ہوا وہ اپنے مقصد پر نہیں پہنچ سکتا

ان مطالعہ کا نتیجہ ہوتی ہیں اور وہ تمام تعلیم جو اسکولوں میں دی جاتی
ہے اس سے زیادہ نہیں ہے کہ لوگوں کو سیلف امپرومنٹ کے قابل
بنائے اور صرف وہ مادہ پیدا کر دے کہ وہ اپنے مطالعہ سے اپنے علم
ذاتی بڑھا سکیں۔ لیکن سیلف امپرومنٹ کا میدان اگرچہ لا انتہا اور
بیچ بیچ مطالعہ کی طرف ہے۔ لیکن پھر بھی مطالعہ کتب کے بغیر یہاں کام
نہیں چل سکتا۔ کتابیں بڑی مفید اور کارآمد چیز ہیں۔ ہم کسی اعلیٰ
درجہ کے مصنف یا لائق آدمی کا تجربہ [illegible] تو ہم اس کی رائے
اور [illegible] حاصل کرنے کے لیے اس [illegible] کرتے ہیں
عام [illegible] کی نگاہ میں بلند [illegible] نظر میں عالی۔ عالی طبع
اور [illegible] آدمیوں کے [illegible] اور [illegible] ہے
مطالعہ کتب کے شائقین کے سامنے [illegible]
[illegible] کے عالی اور قابل [illegible]
پیش نظر رہتے ہیں۔ اور ان کا اہم [illegible]
[illegible] کا قول [illegible] لکھتے کہ قائل ہے
[illegible] کتب ایسے لائق و [illegible] کہ وہ اس
کھولتے پڑھتے ہیں اور [illegible] چھوڑ کر [illegible]
بھی [illegible] اس طرح [illegible] کے [illegible]
[illegible] اول [illegible] چھوٹو [illegible]
اگر غلطی ہو جائے تو کبھی مکدر نہ ہوں اور [illegible] کہ تمہاری جہالت
بڑھتی ہی نہیں۔ ہر شخص کو [illegible]
سائنس کا [illegible] کا متلاشی ہے [illegible]
[illegible] صاحب کا قول ہے کہ [illegible] تعلیم حاصل کرتا ہے

[illegible]

دنیا ہے اور جو کچھ ہم اپنے تئیں سکھلا نہ سکا وہ اس سے زیادہ
اس رشتہ نفیس چیز ہے جو ہمیں اور دل سے حاصل ہو۔

کالج از [illegible] علم طاقت ہے یہ مقولہ نظر سے تو بہت دفعہ
گذرا لیکن اچھی طرح سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ بات کیا ہے۔ میری کوشش
قسمتی سے تمہاری خوش قسمتی سے کہ گو ہمارے سامنے بادل گرج
کتابیں [illegible] صاحب کا یہ مقولہ نظر سے گذرا کہ "[illegible]
ہم کتنا وقت بچا سکتے ہیں۔ جب ہمیں لکھنا آتا ہو تو بات کرنے کی
کی ضرورت کس لیے آتی ہے پوری ہو جاتی ہے۔ اور کہیں جا نہیں
پڑتا۔ علم فائدہ داری سے ہم آدمی کو بچا سکتے ہیں۔ علم طب سے بیماری
جان اور جسم کو خطرہ [illegible]۔ عقلمندی کا نہیں سیکھنے سے [illegible]
بیہودہ بکواس سے [illegible] نہیں ہونا [illegible]
تو کس کام سے نہیں بچاتا [illegible]
[illegible] صاحب [illegible] کہ مدارس اہل تمہارے ایام تعلیم [illegible]
طرح کامل نہیں ہو جاتی۔ بلکہ [illegible] وقت [illegible]
طبیعتیں اس قابل بنائی جاتی ہیں کہ تم آئندہ [illegible] تحقیق حاصل
کر سکو اور تمہارے [illegible] باطنی پختہ ہو جائیں [illegible]
کالج [illegible] کی [illegible] تو ہرگز یہ [illegible] خیال
کرنا کہ تمہاری تعلیم کا زمانہ ختم ہو گیا۔ بلکہ اس دن سے [illegible]
[illegible] اس دن سے ہم کو یہ آزادی حاصل ہوتی ہے کہ تم [illegible]
[illegible] کتب پڑھو اور جس علم کی طرف میلان طبع ہو اس سے

[illegible]

کمال حاصل کرنے کی کوشش کرسکو۔ کسی عدیم الفرصتی میں کسی لمحہ بے مشغلہ میں
دنیا کی کسی بھی کاروبار میں مطالعہ کتب اور مطالعہ فطرت نہ چھوڑنا۔ اس سے تم کو علاوہ
دیگر فوائد کے تمہاری ضرورتوں کے سرانجام بخشی ہوئی طبیعتوں کے آسانی۔
کر دی ہے ان ہمتوں کے بڑھنے کے یہہ فائدہ بھی پہنچیگا کہ تم غلط ہوتا رہے گا
ہمیشہ اس کی ایک جوال پور۔ (فواستہ دماغی) ایمیجنیشن (تخیل) کو زندہ
رکھو۔ کیپ اٹ نیر اوپن دی ڈورز اوف یور مائنڈ۔ (دل کے دروازہ ہمیشہ
کھلے رہیں) اور یہہ صرف حقائق موجودات کے مطالعہ اور کتب بینی سے ممکن ہے
حقائق موجودات کے مطالعہ سے مطلب یہہ ہے کہ تمہاری تجربہ کی آنکھیں
ہر دم کھلی رہیں اور جو کچھہ تم دیکھو اور سنو اوس سے ہمیشہ نتیجہ نکالنے
کی کوشش کرو۔ چھوٹی چھوٹی چیزوں اور ادنی ادنی باتوں۔ جو ہمیں ایسی معلوم
ہوتی ہیں کہ ہم ان کی طرف آنکھہ اٹھاکر بھی نہیں دیکھتے۔ اونہیں بیچ بیسے
موجودات کے علم کے خزانہ بھرے پڑے ہیں سائنس پڑھو اور تمکو معلوم ہوگا
کہ ہماری روزمرہ کی استعمال کی چیزوں کے خواص ہم سے پوشیدہ ہیں۔
اون کے مشاہدہ سے ایسے تعجب خیز نتائج نکلتے ہیں کہ آنکھیں کھلی کی کھلی
رہ جاتی ہیں۔ یہہ نہ سمجھنا کہ انوسٹیگیشن (تلاش) کا عہد ابد سے ہے آج
اگر کمال ترقی کا آفتاب مغرب میں چمک رہا ہے۔ سائنس اوس کا طفلہ بن ہے
کہ آج انگریز ساہد شاہ ہند سے مشہور ہیں۔ اسٹیم انجن ٹیلگرام فونوگراف
فوٹوگراف۔ ایروپلان۔ وغیرہ وغیرہ یہہ سب سائنس کے ادنی کرشمے ہیں سائنس
حقائق موجودات کے علم کا نام ہے۔ جو مشاہدہ سے حاصل ہوتا ہے۔
مقصد اس علم سے بڑا فائدہ یہہ ہے کہ تمہارے تجربہ اور مشاہدہ کی آنکھیں
روشن ہوں اور تم مشاہدات سے نتیجہ نکال سکو۔ ورنہ آدمیت
انسان سے اسطرح پیش آتے ہو جو کہ ایک مزدور کہ اس پہاوڑہ سے لیتا
ہے تم کتاب سے لیتے ہو۔ بعض علوم جیسے مادی الطبعیات وغیرہ معلوم ہو

کیونکہ پریکٹیکل لائف (عملی زندگی) میں کہیں کام نہیں آتے ۔ دور کیون جائو تاریخ
جغرافیہ اور ریاضی سے ہی کیسے کیسے گھبراتے ہیں ۔ مگر یہ مضامین اس لئے نہیں
رکھی گئے کہ تمہارے روزگار کے ملازمت میں کام آئیں بلکہ کلیٹو ویشن اور فوائد
انکا اصلی مطلب اور غرض ہے ۔ صاحب اخلاق ناصری فرماتے ہیں کہ جہل مرکب کا
علاج یہہ ہے کہ علم ریاضی کیطرف توجہ کی جائے ۔ تاریخ کی نسبت لارڈ مکالے
کا قول لکھ رکھنے کے قابل ہے ۔ وہ کہتے ہیں کہ علم تاریخ شاعری اور فلسفہ کا مجموعہ
ہے ۔ جو ایک عام اصول اور طبیعتوں کے نقشوں کو ایک خاص مثال میں ہمارے
نظر کے سامنے آئینہ کر دکھاتا ہے ۔ ہربرٹ اسپنسر کا قول سائنس کی نسبت
کس قدر اعلیٰ درجہ کا ہے ۔ وہ فرماتے ہیں کہ جان و مال کے بچانے کے لئے صحت
قایم رکھنے کے واسطے معاش کے اکتساب کے واسطے سائینس کا جاننا نہایت
ضروری ہے ۔ صرف یہہ ہی نہین بلکہ سرپرستی کے عہدہ سے اچھی طرح عہدہ برآ ہونے میں
بھی سائینس سے زیادہ رہنما دوسرا نہیں ۔ سائنس ہی کی تحصیل سے زمانہ حال و
ماضی کے واقعات ہماری نظر کے سامنے آکر ہمارے واسطے عمدہ مثال ظاہر
کرتے ہیں ۔ تاکہ ہم اپنی حالتوں کی اصلاح کریں ۔ بنی فنون کی ترقی کا سبب
عمدہ کتنی ہی اُن ہے ۔ یہہ کیا ملکی نہ ہی ۔ اخلاقی ۔ علمی وغیرہ وغیرہ قواعد کی درستی
کے واسطے ہی سائنس کا جاننا لابدی ہے ۔

اقلیدس پر نظر ڈالو اور آنا فانا میں مباحثہ کی قوت اور صحیح صحیح نتائج
نکالنے کی مہارت پیدا ہو جاتی ہے ۔ جو آئندہ ہمیشہ کام دینی اور تفہیم مطالب
میں امداد کرتی ہے ۔ اگرچہ کوئی فن تحریری (علم تعریفات) حاصل کرے یا نہ کرے ۔ تو
ایسا تو کون بشر ہوگا جو لوجک (علم منطق) کو سیکھنا نہ چاہتا ہو یہہ اعلیٰ ہی کی
تو برکت ہے کہ دیگر علوم ادبات سے شرف امتیاز حاصل ہوا ۔ اور ہمارا سیکھا یہہ
حال کہ جانوروں کی طرح آئیں بائیں شائیں کیا اور مطلب کی بات ایک نہ سمجھ
نہ کہہ سکی ۔ نہ الفاظ سے نتیجہ نکالنے کی قوت ہے اسے مطالب اور حالات کو

[illegible]

کرنے یا سیکھنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ اور ایسے موقعے بھی ہر شخص کے تجربے
میں آتے ہیں کہ کسی امر میں بحث بھی آ پڑے۔ علم منطق جیسا کہ مسٹر [illegible] کہتے ہیں
خیالات کے باقاعدہ اصولوں کا نام ہے جو مسائل و قواعد [illegible] ہمارے [illegible]
یہ گواہی دے سکیں کہ یہ درست و بجا ہیں۔ علم منطق البتہ ضروری ہے کہ خود
ہم نے نہیں سیکھا ہے کوئی شخص سمجھے یا نہ سمجھے عالم ہو یا جاہل تاہم وہ بھی
ایسی سمجھ بالیاقت یا ضرورت کے موافق معمولی [illegible] (صغری و کبری) سے
نتائج نکال سکتا ہے۔ ایسا ہی کہا ہے کہ کوئی [illegible] یہ اعتراض کریں کہ جب
ہم فطرتاً اسطرح جانتے ہیں تو پھر سیکھنے اور زیادہ حاصل کرنے کی کیا ضرورت
ہے۔ [illegible] ہمیں سکھائی [illegible] ابتدائی ہو یا [illegible]
ہمیں کھانا سکھایا اور [illegible] خود [illegible] کے پہل [illegible] کافی
[illegible] کرتے اور [illegible] نکالنے کی [illegible] بھی اور
[illegible] زیادہ کہا [illegible]
[illegible] سامان ایجاد
[illegible] اور کوئی تعجب نہیں کہ کوئی دل میں [illegible] کھانا کھانے
کی [illegible] ہو جائے۔

کھانا کھانے کی ضرورت تو [illegible] بھی بڑی ہے اور بات کرنے کی
ہر گھڑی۔ پھر اس [illegible] کیا ہے کہ اس [illegible] اور کس [illegible]
[illegible] دی جائے۔

اسطرح [illegible] کی خواہش تو ہر دل میں ہے مگر ان [illegible]
[illegible] دولت کی [illegible] اور [illegible]
[illegible] بزرگان [illegible] غلط فہمی میں آج [illegible]
[illegible] حالانکہ یہ [illegible] نہیں [illegible]

پیداوار۔ وہاں کی صنعت و حرفت، و تجارت پر ملکی بہبودی کا انحصار ہے اور
اس کے ساتھ ہی تمام قواعد جاننا ضروری ہے۔ اور ایسا ہی پہلے اکثر سلطنت کی
قوت کو بڑھانے اور اس کے مال کو بڑھانے کے لئے [illegible] حکمت عملی [illegible] کے
متعلق ہیں۔ کوئی شخص سوائے اس کے ان قواعد کے جاننے کے ضروری نہیں ہو کہ کسی کو
کچھ خریدنے یا فروخت کرنے کی ضرورت ہو تو اس ہی کو وہ اپنی [illegible] اپنا کل
اکٹھا کر لے سود نہ انا اپنی حالت ظاہر کرنی نہیں تو کیا ہے۔ اگر چہ کسی کو اپنے
ایام ملازمت میں اس کے قواعد بیان کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی مگر ہماری ارادہ
میں اس کے [illegible] کے ان سوال سے کوئی مستثنی نہیں۔ اور اس کے بڑھانے کا
یہ مطلب ہے کہ معمولی و ضروری کاروبار میں کفایت شعاری اور اخلاق (فوائد
داعی کی اصلاح) ہو۔ یہاں تو میں یہ بیان کر رہا ہوں کہ [illegible] آئندہ [illegible] زندگی
میں ضرورت نہ پڑے مگر وہ بلکہ ان علوم کی تحصیل سے [illegible] ہو رہا ہے یا اس سے
ہمیں ہمیشہ ہر کام میں فائدہ پہنچاتا رہتا ہے۔ اور وہ اسی طرح اسلام [illegible] ہے
ہمیں یہ احساس نہیں ہوتا کہ یہ ہم نے کہاں سے لیا یا اسی سہولت سے کیسے حاصل
کیونکہ سمجھ لیا۔ علاوہ ازیں شناخت علوم کی [illegible] کی آنکھیں
روشن کر دیتی ہے اور ایسے ہی ان سے تخیل کو بہت قوت پہنچتی ہے آجکل کے
زمانہ میں کتب کی ارزانی کے سبب علم کو ترقی کرنے کا بہت بڑا اور واضح (فائدہ)
حاصل ہے۔ لیکن اگر دیکھا جائے تو ہمارے نوجوان احباب اس سے صرف کتب اور
الماریاں سجانے کے کام میں لاتے ہیں۔ اور حقیقی ترقی کی طرف بہت ہی کم توجہ ہے
کاش وہ تھوڑا وقت اپنے سنوارنے اور ظاہری ٹیپ ٹاپ میں لگانے کی بجائے اپنی
اندرونی اور باطنی آراستگی میں صرف کریں۔ انسان کا پہلا فرض ہے اپنی باطنی
حالت کی درستی اور وہ اسی فرائض کو کماحقہ ادا کرنے سے حاصل ہوتی ہے
انسان کے ذمہ بہت سے فرائض ہیں پہلا فرض ہے اللہ و رسول عز و جل جل جلالہ

عظمت شانہٗ کی بجہ تقدیس۔ اوس کی [illegible]

اوس کی عظمت و شان اور قدرت اور عزت پر ایمان اوس کے ہمہ دان سمیع و بصیر ہونے کا اعتقاد رکہنا اور اوس کی حمد و ثنا کرنا۔ وَلِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَلَقَدْ وَصَّیْنَا الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ مِنْ قَبْلِکُمْ وَاِیَّاکُمْ اَنِ اتَّقُوا اللّٰہَ وَاِنْ تَکْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَکَانَ اللّٰہُ غَنِیًّا حَمِیْدًا وَلِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَکَفٰی بِاللّٰہِ وَکِیْلًا۔ جب دنیا کا رنگ پہیکا ہو جاتا ہے اور زمانہ کی ہوا بدل جاتی ہے۔ جب ماں اور باپ کا سایہ اٹھہ جاتا ہے۔ اور دنیاوی تکلیفات چاروں طرف سے گہیر لیتے ہیں۔ جب ایک ایک کر کے امیدوں کا خاتمہ ہو جاتا ہے اور یاس دل پر قبضہ کر لیتی ہے۔ جب دوست و آشنا ناآشنا بنجاتے ہیں۔ جب جسمانی قوتیں فوت ہو جاتی ہیں تو وہی خالق ہے کہ ہمین کبھی نہیں بہولتا۔ اوسی کے بہروسہ پر ہمیشہ دل کو ڈہارس بندہی رہتی ہے اور کوئی کیسی ہی میٹہی دلکش آواز کان میں کہتی ہوئی سنائی دیتی ہے کہ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَۃِ اللّٰہِ۔ تو کیا ہم اوس کو جدائی اور قوت کے دنوں میں بہول جائیں؟ کیا خوشحالی اور فارغ البالی کے عہد میں اوس کا شکریہ ادا نہ کرین؟ کیا ہم مذہب میں کیوں نہ مختلف طریقوں سے خدا تعالی کی پرستش ضروری اور لابدی کہی گئی ہے۔ صرف اس تک پہونچنے کے مختلف طریقہ ہیں ورنہ اصل وہی ہے۔

نوٹ ۱۸۹ [illegible] ہی کے واسطے ہے جو کچہہ آسمانوں میں ہے اور جو کچہہ زمین میں ہے [illegible] حکم وصیت کیا ہے اُن لوگوں کو کہ کتاب دیے گئے ہیں۔ پہلے تم سے اور تم کو بھی کہ ڈرو اللہ سے۔ اور اگر کفر کرو گے تو اللہ کے واسطے ہے جو کچہہ آسمانوں میں ہے اور جو کچہہ زمین میں ہے اور ہے اللہ بے پروا تعریف کیا گیا اور واسطے اللہ کے ہے جو کچہہ آسمانوں میں ہے اور جو کچہہ زمین میں ہے اور کفایت ہے اللہ کام بنانے والا۔ نا امید مت ہو اللہ کی رحمت سے [illegible]

رُباعی

ہندو نے صنم میں جلوہ پایا تیرا　　آتش پہ مغاں نے راگ گایا تیرا
دہری نے کیا دہر سے تعبیر تجھے　　انکار کسی سے بن نہ آیا تیرا

لارڈ بیکن کا قول ہے کہ تھوڑے سے فلسفہ پڑھنے سے اگرچہ ہمارے خیالات ملحدانہ ہو جائیں لیکن اگر ہم زیادہ غور و تعمق سے فلسفہ پڑھیں گے تو ضرور وہ ہمارے خیالات کو مذہب کی طرف پھیر لائے گا۔ جو لوگ کہ [illegible] کا مطالعہ بطور خود کرتے ہیں انہیں اس بات کے ماننے [illegible] کہ اس تمام کائنات کا خالق ضرور کوئی ایسا قادر مطلق ہے [illegible] اقتدار عالم [illegible] بالاتر ہے [illegible] کہ ہم [illegible] کو کاہ [illegible] موجود [illegible] اور [illegible] پھر کن [illegible] کے ساتھ [illegible] ہو ہی نہیں سکتا۔ لا [illegible] اللہ الا اللہ [illegible] دوسری ہے۔

دوسرا [illegible] انسان [illegible] اچھا [illegible] تاریخ میں [illegible] خدا [illegible] کی [illegible] تمدن کے دور [illegible] انسان [illegible] نیچر میں [illegible] رنگ لایا [illegible] وہاں تاریخ کی [illegible] قدیم زمانہ میں انسان نے [illegible]

سلہ [illegible]

ہیں انہی نوع کی معاونت کا محتاج ہے۔ اور اسی مدنی بالطبع ہونے کے طفیل انہیں
اقوام اور اور مختلف فرقے قایم ہوئے۔ جن کی اصلاح ہوتے ہوتے موجودہ
دور [illegible] پیدا ہوئی اور اگرچہ قوت اور ہٹ دھرمی کے سبب یہہ قانون
مدتوں ٹوٹتا رہا۔ مگر چونکہ قدرت نے اوسے نقش کر دیا تھا۔ پھر اس کا ظہور
ہوا کہ تمام انسان فطرت کے لحاظ سے آپس میں برابر ہیں اور کوئی قوم
اچھی طرح رہ نہیں سکتی۔ جب تک اون کی [illegible] کوششیں تمام سوسائٹی
کو ترقی دینے پر مبذول نہ ہوں۔ دو چیزیں ہیں ڈیوٹیز (فرائض) اور رائٹ
(حقوق) شخص اپنے ڈیوٹیز اسی طرح ادا کرتا اوس کے رائٹ بہی قایم
رہیں [illegible] ہیں سب سے پہلا تو
یہہ ہے کہ ہم اپنے جان و مال سے پورا پورا حظ اٹھائیں جسمانی اور روحانی
قوتوں کو ارادی سے لیکن [illegible] کام میں لاسکیں۔ اور جیسا کہ [illegible]
[illegible] ہماری [illegible] ضروری ہے اگر یہہ
[illegible] تمام انسان برابر ہیں تو [illegible] ہمارے
فرائض [illegible] (حقوق) کی طرح بہت سی کچھ ہیں۔ ہم پر
ہیں [illegible] عیال و اطفال کا ہمسایہ کا۔
[illegible] ہم وطنوں کا ہم ملک کا۔ بادشاہ کا۔ تمام رعایا کا۔ دوست
[illegible] کا۔ غرض ہر ایک نوع انسان کا۔ نہیں بلکہ جانوروں
کا بہی اور جو شخص اپنے فرائض کو حتی المقدور پورا کرتا ہے۔ وہ [illegible]
[illegible] کا مستحق ہے [illegible] جب ہمارے [illegible] آپس میں [illegible]
وابستہ ہیں کہ ہم [illegible] کی امداد کے بغیر ابہی نہیں [illegible] سکتے [illegible]
ظلم کی [illegible] ہمارا [illegible] انسانیت
[illegible] ہے کہ ہم [illegible] جس کے ساتھ ہمدردی رکھیں
[illegible] رنج [illegible] اور اون کی خوشی سے ہمکو خوشی ہو [illegible]

بر آنکتا ہو جن کے دل خدا وند تعالیٰ نے پاک بنائے ہیں وہ نہ اس سبب سے کہ اون کو دوسرون کی امداد اور ہمدردی کی ضرورت پڑتی ہے بلکہ بتقاضائے بنی آدم اعضائے یک دیگر اند کسی کو رنج و مصیبت میں دیکھ نہیں سکتے۔

کسی کا ہو اگر کہیں بال بیکا ۔۔۔ تو پھر دیکھئے پیچ و تاب کرچکا

اگر کوئی بیکس کہیں تلملایا ۔۔۔ تو اک سنسنی آئی اور دل بھر آیا

چند مہربانی کے الفاظ یا محلہ والون کو سودہ لینے کو کافی ہوتے ہیں۔ یا کوئی ذرا سا فعل یا تھوڑی سی عنایت دل میں گھر کر لیتی ہے۔ ہمارے افعال و اقوال سے ہماری محبت کا اندازہ ہوتا ہے [illegible] دلون میں گھر کرنے کا اس سے بہتر طریقہ نہیں ہے کہ ہماری امداد [illegible] سے لوگ ہمارے گرویدہ ہون [illegible] ہم سے بہاگین۔ بعضے لوگ اگرچہ صاف باطن اور نیک طبیعت ہوتے ہیں مگر ان کی ظاہری سخت مزاجی لوگون میں ان کی طرف سے [illegible] خشک مزاج ہونے کا اعتبار پیدا کر دیتی ہے [illegible] تمام عمدہ برتاؤ کی نصف بلکہ اس سے بھی کم [illegible] باقی ہے [illegible] کے فتح کرنے میں وہ کام کرتا ہے [illegible] کرنا حقیقی فتح کرنا ہے [illegible] لوگون میں اپنی ارادت [illegible] قائم ہو گیا [illegible] ہر ایک اپنے ہی خود غرضی کو [illegible] دوستی کی کیفیت پیدا نہیں ہوتی۔ [illegible] ایسا ہی [illegible] خصوصیتین ہون۔ بیکن کا قول [illegible] اندر [illegible] کھائی دیتی ہے [illegible] خوشی اور وہ چند ہو جاتی ہے اور رنج غلط ہو جاتا ہے [illegible]

انکار ہو سکتا ہے جو وفادار دوست سے ضرورت کے وقت ہو سکتے ہیں
دوستی کچھ اسی پر منحصر نہیں کہ دوست ہماری ہاں میں ہاں ملائے۔ بلکہ
دوستی کا ایک بڑا فرض ہے ہماری بھلائی برائی سے ہمیں آگہی دینا
ہی نہیں بلکہ ہماری غفلت پر ہمیں ملامت بھی کریں۔ اور لڑکوں کے طرف
خطاب کرتے ہیں ممکن ہے شاید تم استادوں کی زجر و توبیخ سے
ناراض ہوتے ہو گے مگر یقین جانو کہ ان سے زیادہ ہمدرد اور دوست
نہ پاؤ گے۔ یہ وہ ہیں کہ اپنے سرپرستوں نے اپنی حفاظت و تعلیم
کا کام ان پر بھروسہ کیا ہے۔ اور تمہاری تعلیم و تربیت ان کے سپرد کی
ہے اور چونکہ ان سے نہیں دیکھا جاتا کہ تم کو نالائق اور ناقابل رہنے دیں
لہذا تنبیہ کرتے ہیں لیکن نہ عداوت و بغض سے بلکہ دلسوزی و ہمدردی
سے اور اسی کو تو کہتے ہیں کہ جور استاد به ز مہر پدر۔ اور اگر ایسی دلسوزیاں
کرتے اور وقت سب وہ حاصل نہ کرتے اور آیندہ کچھ حاصل ہوتے [illegible] ایسا ہوا۔
اسکولوں میں صرف یہی نہیں کہ ہم [illegible] کا [illegible] [illegible] [illegible]
سمجھنے کی لیاقت پیدا کرے بلکہ ان تمام اعلیٰ [illegible] کا درست کرنا بھی شامل
ہے جو علم کا نتیجہ ہیں۔ یہاں [illegible] پہلے تم کو [illegible] چاہئے [illegible]
[illegible] اور فرمانبرداری [illegible] [illegible] [illegible] فرمانبرداری سیکھ
کام [illegible]۔ اسی [illegible] [illegible] [illegible] کوئی کام
[illegible]۔ آجکل آزادی کا دورہ ہے [illegible] [illegible] کہ ہر شخص
بے روک ٹوک جو چاہے سو کرے [illegible] [illegible] [illegible] نافرمانی
اور خود سری [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] دوسرے کو نہ دیا جائے
اور اسی سبب سے تمام شوق والوں کی [illegible] [illegible] [illegible]۔
پس جو شخص قانون سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہے [illegible] [illegible] چاہنے والوں کا
مطیع ہونا چاہئے۔ کسی شخص کو [illegible] قانون [illegible] احکام [illegible] ہونا

ہیں جو اسے نافذ کیے ہیں۔ پس اگر دلوں میں اطاعت اور فرمانبرداری کا
مادہ پیدا نہ ہو تو ایجوکیشن (تعلیم) کے بڑے فائدے کے حصول میں قصور
رہا۔ آج کل ہماری سوسائٹی میں ایسا خبط پڑ رہا ہے کہ عیوب نام بدل
بدل کر اختیار کر لئے ہیں اور اسے مستحسن سمجھتے ہیں۔ انگریزوں کی کسی
لیاقت اور علمیت کو پیدا نہیں ان کی ظاہری حالت کی نقل اتارتے ہیں
اور نقل کا خاکہ اتار دیتے ہیں گویا منہ چڑاتے ہیں۔ نتیجہ یہ کہ ازیں سو راندہ
وز اں سو درماندہ۔ آزادی کو یہاں تک بڑھایا کہ نافرمانی کی حد تک پہنچ گئی
سیلف ریسپکٹ کو یہاں تک ترقی دی کہ نخوت و غرور بلکہ اس سے بھی کچھ آگے
حد کو جا لگی۔ سیلف ریسپکٹ (خودداری) کے یہ معنی ہیں کہ ہماری اوضاع و اطوار افعال
و اقوال سے کوئی فعل ہمارے مرتبہ و شان کے خلاف نہ ظہور میں آئے۔ جو ہماری
عزت کو بٹہ لگانے والا ہو۔ اور ہم بات بات پر نظر رکھیں کہ ہمارا چال چلن ایسا
پسندیدہ ہو کہ لوگ خواہ مخواہ اس کی عزت کریں نہ صرف یہ بلکہ ہمارا دل
گواہی دے کہ ہم میں قابلیت کا جوہر ہے اور ہماری لیاقت ہم کو تمام ہمسروں اور
نامداروں [illegible] کے مستحق کر دے۔ کہ ہم اپنی نظر میں آپ اعلیٰ و افضل سمجھنے لگیں
نہ یہ کہ لوگوں کے ساتھ بدماغی سے پیش آئیں۔ اور خواہ مخواہ اکڑ کر چلیں۔
میرے دوستو! اگر تمہارے مزاج میں سچا سیلف ریسپکٹ (خودداری) ہو
تو سچی حقیقی عزت کی امید ست رکھنا۔ اور اس کے لئے ضرور ہے کہ تم پرہیزگار
صاف باطن۔ متحمل، صابر، شاکر، بلند ہمت، عقلمند، ہوشیار بنو۔
عیوب جو تم میں ہوں ان کی اصلاح میں کوشش کرتے رہو۔ اپنے منہ سے
میاں مٹھو [illegible] نفسانی
قوتیں [illegible] ظاہر ہوں یا نہ ہوں کچھ بھی ہے پھر بھی مگر ان کا
کانشنس (تمیز) [illegible]

دل سے پوچھے مگر گوش اگر شنوا بود در ہر سخن اسرار ہست ۔ شعر

محرم نہیں ہے تو ہی نوا ہائے راز کا — یاں ورنہ جو حجاب ہے پردہ ہے ساز کا

ہربرٹ سپنسر کا قول اس قدر سے لکھنے کے قابل ہے وہ فرماتے ہیں کہ "ہماری لڑائی اور تعریف یہ ہے کہ وہ ایک خیالی آدمی کو کامل بنا دیتی ہے یہ نہیں کہ وہ ذرا ذرا سی بات پر بھڑک اٹھیں اور تھوڑی سی خواہشوں [illegible] کے لئے لوگوں کی طرح لڑ کاٹی پھریں جو آخر کار بہت قوی اور [illegible] ہو جاتی ہیں ۔ بلکہ وہ اسے متحمل ۔ بردبار مستقل مزاج بنا دیتی ہے جس کی آنکھوں میں ہمیشہ اس سوسائٹی کے [illegible] کو مد نظر رکھتی ہیں جو اس کے سامنے پیش ہو ۔ اور جس کے سامنے اس کے ایک ایک فعل پر عیب ہوتی ہے ۔ اور نکتہ چینیاں ہوتی ہیں اور صرف یہی خودداری ہے جس کو تعلیم یا کم از کم اخلاقی تعلیم پیدا کرنا چاہتی ہے سو لوگ کہتے ہیں کہ وہ عادت آپ کو قابو میں رکھنا ہے اس سے بہتر ہے جو ایک شخص کو رہ کر [illegible] رہے ۔

ایسا کون البشر ہوگا جس نے اپنی تمام زندگی میں کبھی نہ کبھی تکلیف نہ اٹھائی ہو یا جسے اپنے مزاج کے برخلاف کوئی امر نہ سہنا پڑا ہو ۔ پس وہ جس کا ذرہ برابر مادۂ استقلال سے ہمیں ہٹا ہوا مرد کہلانے کے مستحق ہیں [illegible] اور اسی تکلیف کا متحمل ہو سکتا یا کسی کی ایک بات نہ اٹھا سکنا نازک مزاجی کو اس عادت سے پیدا بنا ہے کہ ہماری جان خود ہمیں وبال معلوم ہونے لگتی ہے ۔ تا بہ دیگران چہ رسد ۔ جب زندگی گورکھ دھندا اصل ۔ ہاں ہے زمانہ کی سختیاں شیشۂ دل سے کبھی نہ کبھی ٹھیس لگا ہی دیتی ہیں ۔ مگر تکالیف کو برداشت کرنے کے لئے استقلال اور [illegible] کرنے کے لئے وسائل ضروری ہیں ۔ تاکہ غصہ ۔ خوف و دہشت اور دیگر ایکسائٹمنٹ اور [illegible] (عدم ضبط) کے وقت اپنے حالات کو مجتمع رکھ سکیں اور سنجیدگی سے مدافعت میں کوشش کریں ۔

میں نہیں جانتا کہ میرے احباب اس لکچر کو کس نگاہ سے دیکھیں گے اور کہیں گے

کیا یہی کہینگے کہ ہم ناخواندہ خلق خود بدر بدعوی یہ ہے کہ مجھ ناقابل کو ان مضامین
پر قلم اٹھانا ان کو ذبح کرنا ہے۔ مگر رہا نہیں جاتا کہ اپنے ملک و قوم کے
لوہا نوں کو کچھ سمجھانے کھڑا ہوؤں اور اپنے مقدور بھر کمی کر جاؤں۔ ہمارے
خطیب و لیکچرار کے منہ پر کچھ ایسی مہر سکوت لگی ہے کہ مدتوں سے زبان
تک ہی نہیں ہلاتے اور عجیب ہی سے کچھ دل روز بروز مردہ سے ہوتے جاتے
ہیں آہ وہ ایک زمانہ میں ہماری زبان تیغ و سنان سے زیادہ دلوں پر
کاٹ کرتی تھی ۔

خامشی تا کے سخن دان آموز مستان را [illegible] رین بہش و گرنہ اثر سے موجعان را

ایک لیکچر سے صرف [illegible] (اشارات) حاصل ہو سکتے ہیں لیکن مجھ جیسے ناقابل
[illegible] ہے جسے اپنے خیالات علی رؤس الاشہاد ظاہر کرنے کا آج ہی پہلا
موقع ملا ہے کیا امید کی جا سکتی ہے۔ جو مطلب کی بات تو صرف اسی سے آجکل
علوم و فنون کے دریا بہہ رہے ہیں اور [illegible] یار [illegible] کو [illegible] تو قسمت
کا شعور ہے۔ صرف [illegible] دلوں اور دماغوں کو ہی [illegible] کی زبان کو ہی
اس [illegible] نالا مال [illegible] تاکہ آئندہ نسلوں کو تحصیل میں آسانی ہو اور
[illegible] کے اسباب پر [illegible] سکتے ہیں [illegible] آسانی
سے [illegible] سے حاصل ہوتا ہے [illegible] آج کچھ
ہو رہا ہے [illegible] ہوتا۔ آجکل جو صاحب [illegible] کے بھی [illegible] وہ ہی [illegible]
اس کے کہ دوسروں کا [illegible] کریں خود کچھ کر کے نہیں دکھاتے [illegible]
تمہاری طرف قوم کی اور ملک کی آنکھیں لگی ہوئی ہیں کچھ [illegible] کرنے اور کر کے
دکھانے کا زمانہ تمہارا ہی ہے ہم [illegible] کیا کہ حقیقی [illegible]
کہ ہم دوسروں کو [illegible] ہم خود [illegible] چاہتے [illegible] کہ ہم اپنی قوم کا
[illegible] ہماری [illegible] ہوگی (چیرز)
[illegible]

بیان کرنا تھا۔ یعنے طریقہ تعلیم جو آجکل یونیورسٹی کے ہاتھ میں ہے میں کچھ بیان کس اس کی نسبت کرنا چاہتا تھا مگر کم تو ابی سے ہو [illegible] اسکے کان دہر کے گا کون خیر تم علم کی طرف توجہ کروگے تو ایسی باتیں خود سو جھنے لگیں گی۔ اور میں ایسا کون سا [illegible] آدمی ہوں کہ میرے کہنے ہی اصلاحیں ہونے لگیں جب تعلیم کی طرف توجہ اور عام شوق ہوگا تو اصلاحیں اپنے آپ رفتہ رفتہ ہوتی جائیں گی۔ میرا کہا انو تو اس وقت کو منظور جانو اور جو کرنا ہے کر لو کہ فرصت بہت تھوڑی سے ساقی ہے اکتسبہ [illegible] فرصت [illegible] بہار [illegible] عالم [illegible] عام نوعاری [illegible] اگر فیشلیں بنا چاہے یعنے [illegible] صرف زبان سے اور ظاہری فوق البھڑک سے بلکہ افعال سے اقوال سے کردار سے گفتار سے [illegible] ہر چند آن آن سے اور بات بات سے نابت [illegible]

شاہدان [illegible] کرمہ [illegible] دارد

بندۂ طلعت آن باش کہ آن نیز دارد (حیدریہ)

لکچر کے اختتام پر حیدری کے زور و شور سے [illegible] ہوا پھول گئے لوگ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اس [illegible] کو [illegible] تو لیا [illegible] اور بھی دلکش اور پر دل [illegible] کے علاوہ [illegible] بنا رہا تھا۔

اس قدر خداداد جوہر کے اظہار [illegible] شگفتگی اور [illegible] اسپیچ [illegible] کچھ خیبیت [illegible] اور [illegible] کر کئی۔ [illegible] کو اور [illegible] جو آج سے پانچ چھ برس پہلے ایک معصوم [illegible] لہرے [illegible] تھی اور جس نے [illegible] بس کیتھارا اس [illegible] شخص کو اپنا [illegible] کر رکھا تھا۔

مولوی خلیل احمد خان صاحب بی اے۔ ایل ایل بی۔ نے اگرچہ ہزار ہزار کوششیں کیں [illegible] کے آگے [illegible] کھل گئے لیکن [illegible] تو بیچارے اپنے [illegible] سے اپنا [illegible] بولا الفاظ ہی کہتے [illegible] دل [illegible] سید رضا حسین صاحب کی نظم کا اشتیاق رہا کہ وہ [illegible] حالات [illegible] شروع [illegible]

اور طلبہ کی نظم پہ جلسہ کا اختتام ہوا۔

باب ۱۲ دوازدہم

بلائے جان مرا جو بڑا بنا سکے - ہمرا عاشق سے حوّل بنا کے
کیا اسے دل پریشان کس بلا سے مجھ جو دکا کل پرفن ما کے

جاڑے کی اندھیری سنسان راتیں کہ نہ پہنچ چکے ہیں جو ایسی ناقابل برداشت خنکی پیدا ہو گئی ہے ٹھنڈے ٹھنڈے جھونکے اُن غریب بے برگ و نوا آوارہ گردوں کو ٹھٹھرائے دیتے ہیں جن کے مصیبت زدہ پاؤں میں قسمت کی طرح چکر ہے - یہ دسمبر کی ستائیسویں رات ہے جو محیط ابر کے سبب زیادہ خنک اور تاریک ہے بادل گرج رہے ہیں ابر گھر گھر آ رہا ہے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اب برسا اب برسا اس عالم تاریکی میں کبھی کبھی بجلی کی چمک ایک ایسے مسافر کی رہبری کرتی ہے جس کے ناواقف پاؤں شاید آج تک زیادہ چلنے کی مصیبت سے آشنا نہیں ہیں -

اگرچہ مسافر ہے پر یہ نہیں معلوم کہ کہاں سے آیا ہے اور کہاں جائے گا گلیوں اور مکانوں کے آگے سے دیوار کے نیچے نیچے آہستہ چلا جاتا ہے تو جب ذرا بجلی کی چمک اپنا جلوہ دکھاتی ہے تو کسی مکان کی طرف کسی گلی سے سنسان گوشہ کی جانب اُس کا رخ پڑ جاتا ہے پر نہ کوئی محلہ اس کا مسکن ہے نہ مکان مستقر اُسے تو خود یہ بھی نہیں معلوم کہ کہاں جائے اور کیونکر پہاڑ سی مصیبت کی رات کاٹے گھبرائی ہوئی آہستہ بے ڈھنگے قدم دل کی پریشانی اور ناتجربہ کاری کا اظہار کرتے ہیں - اگر کوئی شخص کہیں دور بھی آتا ہوا نظر آتا ہے تو اُسے یہ فکر ہوتی ہے کہ اب کہاں جائے اور کیونکر اپنے تئیں چھپائے مگر ناواقفیت کو شہیں آخر کار ایک دوسرے شخص سے آشنا سا شناکر ہی دیتی ہیں جو اسی محلہ کی سڑک میں سے ایک ہاتھ میں لالٹین دوسرے میں تسبیح لئے کچھ وظیفہ پڑھتا نکلا ہے - صورت سے مرد معمر

معلوم ہوتا ہے - طویل القامت گورا رنگ - سفید لمبی ڈاڑھی - سیاہ
بانات کا پردہ دار انگرکھا اُس پر جبہ پہنے ڈھیلے پائنچوں کا ٹخنوں تک
اونچا پاجامہ - ہندوستانی جوتہ - سر پر سبز عمامہ بندھا - تسبیح ہلاتا چلا آتا ہے
اور اپنی ضعیفی کی پوری قوت سے قدم بڑھائے گھر کی طرف جا رہا ہے
لالٹین کی شعاعیں کافی روشنی سے راستہ میں اجالا پیدا کرتی ہیں لیکن
جب وہ اس قدر قریب آجاتی ہیں کہ اُس ضعیف مسافر کو ظاہر کرسکیں تو
گویا اُن میں ایسی قوت پیدا ہوجاتی ہے کہ اوس صورت سے قوت رفتار
جذب کرلیں - جواب اس عمر متوقع مسافر سے گلی کے ایک گوشہ میں
مکان کے دروازہ کے قریب دیوار سے ایسا چسپاں ہو جاتا ہے گویا وہ
چاہتا ہے کہ پتھر کے اجزا رہی بانات کی سی کشش انصاف پیدا کرسکے اوسکو
فکر دامن یا وہ دیوار اوس کے سامنے حائل ہو جائے - اور اُس روشنی
حاتم سے بچا لے - مگر لالٹین کی روشنی آخر کار انا پیرزن کا روشن کرکے
ظاہر کر رہی ہے - اپنے مکان کے قریب ایک ضعیف شخص کو اس طرح ایسا
دیکھ کر ایک مرد معمر اپنے باپ کے ساتھ ادھر دیکھتا ہے مگر قبل اس کے کوئی
سوال کیا جائے اوس کا تعجب بہت بڑھ کر اور شدہ جاتا ہے کہ وہ مرد نہیں عورت
ہے جس کی شریف صورت اور نابوسانہ اور عجیب حالت سے بیکس
معلوم ہوتی ہے کے دل میں رحم کا سا خیال پیدا کیا -
مرد معمر (غور سے دیکھکر) تم کون ہو اور یہاں کیوں کھڑی ہو -
پیر مرد کے حروف گویا صاعقہ کا سا اثر تھا - کہ سامنے والی ... اور
بھی بے حس و حرکت ہوگئی - اُس کی آنکھیں زمین کی ... لگ گئیں ...
نطق گویا چھین لی گئی یا وہ جوابدہی کے تمام الفاظ بھول گئی اور لالٹین
کی روشنی ملنے سے اُس کو ایک ... سے نکالا ہوا ...
دیوار پر کھینچی ہوئی نظر آتی ...

اڑے ہوئے رنگ نے بتا دیا کہ اس کا حوادثات کے مقابلہ کا پہلا دن ہے۔ بدن پر رعشہ پڑ گیا اور اس سے پہلے ہی آنکھیں ابر سیاہ کی طرح برس پڑیں۔ اس حیرت انگیز معاینہ نے پیر مرد کے اعضا سے اُس موسمی سرد کا احساس مٹا دیا۔ جو اس وقت جلدی جلدی اوسے گھیرے جاتا تھا۔ اوس نے نہایت تسلی آمیز لہجہ میں کہا۔ تم کچھ تو کہو کہ میں تمہاری مدد کر سکوں۔ ان الفاظ نے اُس ساکن تصویر کو ایک جنبش دی گویا اوس کے بڑی مشکل سے جمع کئے ہوئے الفاظ بکھر گئے اور اب اون کو ڈھونڈنے میں پہلا ان سے یا کہو اپنی ہوئی قوت کو جمع کر رہی ہے کہ کسی سے بات کرنے کی جرأت پیدا کر سکے۔

پیر مرد — آخر تم کون ہو؟

عورت — بیکس۔ مصیبت زدہ۔ !!

مرد — اس وقت کہاں؟

عورت — یہ تو مجھے بھی نہیں معلوم
لگ علم کا ارادہ ہے۔

مرد — آخر اس طرح بے سر و سامان نکلنے کا سبب؟

یہ سننا تھا کہ عورت کی آنکھوں سے جھڑی لگ گئی اور اگر پیر مرد تسلی و تسکین نہ دیتا تو غالباً روتے روتے ہلاک ہو جاتی۔ جہاندیدہ پیر سمجھ گیا کہ یہ مصیبت زدہ ضرور کوئی شریف زادی ہے۔ جس پر جدا جانے کب مصیبت پڑی ہے۔ اس کی کہانی ضرور عبرت انگیز ہوگی۔

پیر مرد — اچھا اگر مضایقہ نہ ہو تو میرے مکان میں چل کر آرام لو۔ حسب الاسباب ہے اس قدر ہراسان نہ ہونا چاہئے۔

عورت کی آنکھیں جو اس وقت زمین سے لگی ہوئی تھیں یہ سنکر اٹھیں اور جب اپنے سامنے ایک معمر اور فرشتہ صورت شخص کو دیکھا تو اس میں کسی قدر

مرشد — (مکان کے دروازہ کی طرف اشارہ کر کے) بسم اللہ۔

محمود شاہ — خانۂ احسان آباد۔

یہ ایک اوسط درجہ کا وسیع مکان ہے جس کی دیواروں پر سفید پلاسٹر کیا ہوا ہے۔ مگر امتداد زمانہ نے اوسے میلا اور خراب کر دیا ہے۔ صحن میں چھوٹا سا چمن بھی ہے مگر زرد پتوں کے ڈھیر اور پودوں کی بے رونقی مالک کی عدم توجہی ظاہر کر رہے ہیں۔ شمالی دالان اگرچہ وسیع ہیں مگر اسباب اس بے ترتیبی اور بے ڈھنگے پن سے رکھا ہے کہ نہ صرف گنجایش ہی کم ہو گئی ہے بلکہ اُن مہذب نظروں میں بہت بے رونق معلوم ہوتا ہے جن کی آنکھوں میں مغربی سلیقہ کا سرمہ لگا ہو۔ طاقوں میں اکثر بوتلوں اور شکستہ اسباب کے ڈھیر لگ رہے ہیں گلدان اگرچہ کئی رکھے ہیں۔ مگر سب خراب اور غلط انداز [illegible] کمرہ میں بہت میلا کاٹ کباڑ پڑا ہوا ہے۔ جس میں غالباً سب [illegible] ہے۔ اکثر عمدہ اور نفیس اسباب اس بے احتیاطی سے رکھے ہیں کہ گرد و غبار پڑ پڑ کر [illegible] ہو گئے ہیں۔ دالان کے پہلو کا کمرہ جو اور مکان کی نسبت زیادہ پر راحت کہا جا سکتا ہے کس قدر صاف ہے مگر اُس کی بھی [illegible] اور دیوار گیریاں ان کی پشت پر جالوں سے آشنا ہو رہی ہیں۔ اور فانوس میں چڑیاں ان بسرا لئی ہیں۔ چاندنی اگرچہ تھوڑے عرصہ کی بچھی ہوئی معلوم ہوتی ہے مگر جابجا پیک وغیرہ اشیاء کے بدنما دھبے مکین کی لیاقت اور ہوس سلیقگی ظاہر کر رہے ہیں قالین اگرچہ عمدہ اور صاف ہیں مگر گاؤ تکیہ اُس پر بہت میلا اور خراب رکھا ہے دالان ہی کے ایک پہلو میں ایک الماری کھڑی ہے جس میں بہت سا شیشہ کا عمدہ سامان ہے مگر سب ناکارہ [illegible] اور دوسرے کی [illegible]

ہوئے چار پائی ہی میں مشغول ہیں کیونکہ جب اس ابھی عورت اور پیر مرد کے مکان میں قدم رکھا تب تو اونچی آواز سے کہتی ہوئی - امی دو "چا ند ابا" سامنے ایک آ رہے یہاں یہ ماشے سالی ہو گئی حالی ہے"

پیر مرد — صغری !!

صغری — جی ابا جان - ابا جان ! ابا امّاں کے ہاں سے ماما آئی نہی کل وہ بھی آ جائیں گی -

——— اماں جار بیٹھیے -

یہہ کہکر صغری جس کا کوئی آٹھ نو برس کا سن تہا چار کی پیالی لیکر آئی مگر بردہ سے الجھکر پیالی ہاتھ سے چھوٹ پڑی اور دو ٹکڑے ہو گئے -

ایک معمّر عورت خداجانے لڑکی تجھکو کس زمانہ میں ڈھنگ آئیگا - اللہ امیں نانی ہتالی تھک گئی مگر تو ہی ویسی ہی رہی -

پیر مرد — (اجنبی عورت سے) ٹھہرو !

معمّر عورت — اے دولہا کون - یہ کہاں سے آئی ہو ؟

پیر مرد نے اشارہ سے زیادہ سوال کو منع کیا تو معمّر عورت بیٹھی رہی ... - - -

باب ۱۳ سیزدہم

... کہ پہر گیا ماجرا کہتے کہے -

... پیر مرد کی عمامہ ... اپنی عورت ... ہو جاتی ہے کیونکہ اوس کی لوحیز حسن کے ساتھ اس کی نازکی ... کا ... چلا ہے مردوں کے ... الطاف ... اور ... لیا ہے اون کی اولاد اور عزیزوں کے واسطے عام ہے -

[illegible]

نے سب کے دل میں گھر کر لیا ہے اور سب اوسے محبّت اور عزّت کی نظر سے دیکھتے لگے ہیں۔ گھر کا چھوٹے بچّوں کی تعلیم و تربیت اوس ہی کے سپرد کر دی گئی ہے جس کی بہرہ تعلیم کے اثر سے بچوں میں لیاقت اور سلیقہ پیدا ہو جانے سے بزرگ نہ صرف ممنون ہیں بلکہ زیادہ عزّت کرنے لگے ہیں۔ اس وقت موسم بہار کی صبح ہے مکان کے بالاخانہ پر دو نوجوان عورتیں باہم باتوں میں مصروف ہیں

ایک تمہارے انکسار کی کوئی حد بھی ہے۔ اللہ کی قسم خود ابھی ہم شرمندہ ہوتے ہیں۔ ہاں گھر میں کوئی آجاتا ہے تو شرمندہ تو ضرور ہوتے ہیں۔

دوسری ہاں میرا وجود باعث شرم ہے۔

پہلے خدا کی قسم انور یہہ بات نہیں۔ تمہارا یہاں ہونا ہمارے واسطے باعث فخر ہے آخر آپ کی والدہ سیدالنساء بیگم ابّا جان کی چچازاد بہن تھیں کہ ہمارے گھر کیوں ایسے اتفاقات ہوئے کہ ہمارا وطن شہر سے باہر ہو اور خط و کتابت بھی بند رہے۔ کہ کسی کے رشتہ کی خبر تک نہ رہی ہم لوگ تمہارا اپنا گھر ہے۔ ابّا جان کو جب خالہ اماں (سیدالنساء بیگم) کے انتقال اور ان کے حالات کی خبر ہوئی ہے پیارے تو اون کی ہچکی بندھی رہی جو امور آپ کو اپنے دل میں شرمندہ کر رہے ہیں وہ ہمارے نظر میں آپ کی عزت کا باعث ہیں بقول ابّا جان کے کہ انور کی ہمت اور جرأت کو سلام کرنا چاہیئے اور خدا کی قسم کھاتے ہیں کہ ایسی ایسی مصیبتوں کا استقلال اور استقلال سے مقابلہ کیا اور بوا نے دیوار بیچ ڈالا بیٹھ کر تو ہم تعجب ہی ہیں

انور تو پھر آپ کو شرم کیوں آتی ہے۔

مشیرہ وہ تو میں شرمندہ ہوتی ہوں کہ تمہارے سامنے اپنی مظلوم ہوتی ہوں۔

مشترف — (آئینہ سامنے رکھ کر) اب تو یہی یقین آیا۔

انور — (مسکرا کر) آپ کی چھیڑ خانیاں غضب کی ہیں۔

مشرف — دل میں شرمائی تو نہ ہوگی ع۔ آئینہ دیکھ اپنا سا منہ لیکے رہ گئے
انصاف تو یہ ہے کہ کسی بار سٹر کا قصور ہے نہ کسی اکبر کا یہ تو تمہاری صورت
کے طفیل جو ہوا وہ ہوا۔ اسے روشنی طبع تو ہے یا بلا شدی۔ ہاں تو اس بیرسٹر
اور اکبر نے تمہیں کیونکر دیکھا تھا۔ آخر تم تو الگ مکان میں رہتی تھیں۔

اس سوال نے گزشتہ تاریخ یاد دلا کر انور کے گلنار چہرے
پر افسردگی اور ملال کے آثار نمودار کر دیئے۔ حادا جانے کا کیا یاد
آگیا اور اس یاد میں کیسے کیسے رنج آمیز رنگ طبیعت پر ایک آن میں
گزر گئے۔

انور — میرا میرا دل دکھانا ہے کوئی دکھ ادھر ہی چھیڑو۔

مشرف — واہ یہ بھی کوئی بات ہے میں سے تو یہی ہے دل آپ ٹال رہی
ہیں اچھی نہیں صاف صاف بتاؤ تمہاری ہیں ہو تو یاد — ———— ہے کہ نہیں

انور — جو آپ سمجھیں۔

مشرف — اجی آپ سمجھیں جب خدا نے یاد یا تو ہم کیا سمجھیں گے۔ جب
خالہ اماں سیدالنسا بیگم ہمارے خالہ ہیں۔ تو آپ کیوں نہ ہیں ہوئیں گی۔
تمہاری مزاج میں وہ تکلف ہے کہ الاماں!

انور — تو میں نے کب کہا کہ نہیں ہوں۔

مشترفت — ہو تو پھر بتاؤ۔

انور — اچھا پھر بتا دیجئے۔

مشرف — نہیں! نہیں!! ابھی! پھر سے یہ مراد نہ تھی۔ دیکھو میں نام ہی
ڈالکر بتاؤ!

انور — میرا بہ دل یہ چاہتا ہے کہ یہ بھی پہنچ دنیا کی باتیں
آج ان کے اعمال کے بعد چاہتے تھا اور جان صاحب کی [illegible] رہا
رہتا سے ہو گا وہ سب پہر مل گئے اور سب سے مجھ سے ہو گئے [illegible]
عمر بھر ان کے حال پر ملا سکے [illegible] ہدایت میاں جی کرکیا کہ ان اور
کیا ذکر کروں — میرے پاس جو ماما لڑکی تھی وہ آپ فرمانے میں بیت المال اللہ
بار بار کرکے ان ہی رہی تھی — اس میں [illegible] وہ پہلے اول اوّل پھر ذکر کیا
نہیں مگر یہ ماننے اور ان سے کیا کیا کھایا ہے وہ [illegible] چالیس اور سیتی کر
راضی ہو گئے — مجھ سے ماما نے کہا سچے تو صرف چار سو روپے مہینہ
کا ذکر تھا — میں نے خوشی سے منظور کر لیا اور اس کے فضل سے وہ جیسے بھی
اس دنیا میں کوئی شک نہیں کہ انہوں نے بہا ہے تھا اور ایمانداری سے
کام کیا میں چار دلواری میں رہنے والی — وہ [illegible] اور کام الملا م [illegible]
ماما کے دوسرا سسر تھیں ایک فکر میں حال ہی کر [illegible] آنے دو ان کا مرتبہ آخر کا
کیونکہ ہو گا — اسی طرح ماما سے خدا کے [illegible] کر [illegible]
پڑا کہ ابھی مارشل [illegible] کے نام مختار نامہ کر دو — میری [illegible]
لو یہ بھی کر گزری — اس کے بعد سے تو صاحب کے [illegible]
میں نے جو سمجھا نہیں پانچ سو کے لگ بھگ — تو وہ تو [illegible]

مشرف — ہاں تو کیا ہوا —

انور — کیا ہوتا — اسی طرح [illegible] خدا جانے اور [illegible] کیا
ابھی [illegible] مجھ سے [illegible] کیا —

مشرف — [illegible]

انور — [illegible] اس لیے کہ آپ کو [illegible]
سب ادھی کے کو [illegible] اور آدمی [illegible]
ہیں — ادھر میں سے تو [illegible] وہ [illegible] ایک ہی ماتھ

ہیں - ہائے ظالم کو اس پر بھی رحم نہ آیا - اتنا ستایا - اتنا ستایا کہ مجھے وہ مکان ہی چھوڑنا پڑا انگہ لیا وہاں ہی پیچھا نہ چھوٹا - ایک رقعہ میں آپ لکھتے ہیں کہ یہ سب مصیبتیں آپ کے باعث ہیں آپ پر پڑیں ظاہر ہے کہ مجھے روپیہ کی تمنا ہے - آپ کا مکان خالی پڑا - مجھے کہو تو کرایہ دار بسا دیا جائے گا روپیہ اور قصہ جب ہی ملیگا - جب آپ ذرا انصاف کی نظر سے دیکھیں ۔

مشتری — پھر تم نے اسکا کچھ جواب دیا -

انور — مجھے کیا جواب دینا تھا - میں نے مکان ہی اس مارے چھوڑ اتھا - وہاں اوس کا مکان قریب تھا اور وہ ہر وقت ستانے کا تار بندھا رہتا تھا -

مشتری — پھر وہاں سے کیوں نکلیں - ؟

انور — آہ اوس سے کہیں سخت مصیبت تھی - کیونکہ انعام اللہ نے آگے ہی تمام آمدنی پر قبضہ کر لیا اور رقاصوں اور بھانڈوں کی مدد سے گذارہ ہونا اک شرافت کی بات نہیں - ماہ بماہ میری آمدنی وہ صرف کا ایک پہلو میں لیا تھا - مگر دوستہ کے ام سردی سوال گذارہ دھمکانا اور تم کرنا تھا - علاوہ ازین کوئی امر قلات تہذیب نہ ہوتا تھا - میں نے ویسا رہنا ترک کر دیا تھا کہ ان امر کے اظہار کے واسطے مجھے ایسی جائداد کی بھی پرواہ نہیں - اور میں اپنی طرف سے قطع تعلق کر چکی - نہ خدا کے واسطے کسی خطاوار کا نام - اس کے مارات ... یہاں تو وہ تو میرا آشنا نہیں

مشتری — پھر وہ ہی تم رک رک کیوں جا رہی ہو ؟

انور — بوا ! اس کو تم کیا کرو گی -

مشتری — اوسی مطلب ... کہو لی ہے

انور — واسطہ ... اور آیا تھا وہ ؟

انور — میں بیان نہ کر سکوں گی ۔

مشرف — کس طرح ہماری فاطمہ ۔

نازنین انور اس سانحے کے بیان کرنے کا ارادہ کرتی ہے ۔ مگر گزشتہ واقعات کی یاد پھر اسطرح دل پر رنج و افسوس کا انبار لگاتی ہے کہ زبان سے الفاظ نہیں نکل سکتے اس کے چہرہ کی سرخی مدھم اور زردی مائل ہو گئی ہے ۔ آنکھوں میں آنسوؤں کی سی نمی پائی جاتی ہے دل بھرا چلا آتا ہے اور اندرونی کوششیں مشرف سے انساک و اسطے ضبط سے معمور کرتی ہیں ۔

اسے میں کسی نے آواز دی ۔ مشرف ذرا یہاں ہو جاؤ

مشرف نہ ما نگنے سنبھالتی سے چلی گئی اور یہاں انور کو یہ موقع لاکہ دل کھول کا ذرا ماکا کرے

ایک اپیارہ ہم

مارے نہ وہ سمجھے ہیں نہ سمجھیں سے مری بات

اور ا ا و ل کا ... زبان اور

آنسو سے آپ اندھیری را ... جاتا ... ادھر ... اسی ... ہوا چل رہی ہے ... کی تشنگی ... چاند کا ... سارے دروازے بند ان اندر کی روشن شمعیں ... دروازہ میں ... آ رہی ہے ... کچھ اجالا ... آ رہی ہیں

ڈر انگ روم سے برابر کے کمرے میں سے کچھ آہستہ آہستہ باتوں کی آوازیں آ رہی ہیں ۔ جن کو ایک شریر خدمتگار ... اختلاط سے کواڑوں کے برابر کھڑا کن سنیاں لے رہا ہے ۔

... اس ... وقت ... اس ... اور ... خدمتگار خوف زدہ ہو کر ... نا ہے ... معلوم کرنے

اور اون کی باتون سے حظ حاصل کرتا ہے - جو یہان سے بخوبی سنائی دیتی ہین -

حامد — یہہ تو ممکن نہین -

مس — بجا درست - اچھا تم قسم کھا سکتے ہو کہ مدت العمر تم اسے ہی پابند رہتے ہو -

حامد — جب تم قسم کھا سکتی ہو تو مین ہوشا کیون ہون -

مس — کیونکہ فرقہ کا لفظ ہے -

حامد — تو شاید تم بشپ کارلائل ہی پر یہی الزام لگاتی ہو گی

مس — نہین وہ تو مقدس آدمی ہین - انہون کا کیا ہے وہ تو گویا دنیا ہی مین نہین رہتے -

حامد — مین علی ہذا [illegible] مین بھی مقدس آدمی ہون -

مس — دور از [illegible] آواز [illegible] بجا - اپنے منہ میان مٹھو - مس کتہبارٹ اُٹھ کے [illegible] جوش سے آواز کو اس قدر بلند کر دی کہ [illegible] [illegible] پڑ سکا - الا یہ کہ وہ عادی ہو [illegible] کام [illegible] اور [illegible] لگا [illegible] کمرہ [illegible] آرام کرسی پر جا [illegible] تنہا ہوا ہے [illegible] مس کتہبارٹ اون کی کرسی سے کرسی ملا [illegible] عجب دلربا [illegible] اور مستانہ انداز سے بیٹھے ہے - سامنے میز پر لیمپ اور گلدستہ رکھے ہین - مس کتہبارٹ اُن کا عنفوان شباب اور اُن پر پُرفن باتین سادہ دلون [illegible] غضب ظالم شامت ہو گئی ہین - [illegible] کچھ ابھی کا اُن عجیب دلبرانہ انداز بڑا ہے کہ خدنگ کی آنکھین گویا شیشہ [illegible] سے [illegible] چہرہ پر جا لگی ہین - اُس کے گالا [illegible] رخسارہ - [illegible] روشنی مین چمک [illegible]

والی تھی اس واسطے پیدا ہوئی ہے کہ ہر ارمان اور ادا شبنم کی طرح ریزہ ریزہ
کر دے ۔ حامد کا دل بھی کچھ پھٹا جاتا ہے ۔ کہ اوس کی نگاہیں بار بار اوس
آستین رخساروں پر پڑ رہی ہیں ۔ اور جب وہ حامد کو کسی دوا سے وہ شیشہ پر
محسوس کرنے کے لیے محبت سے چھوڑتی ہے تو اوس کے ہاتھوں کو نہ درشتی
سے جھٹکتا ہے بلکہ نہایت نرمی اور الفت کے انداز سے پیسے ہٹا دیتا ہے
مگر حامد کے دل میں کبھی ان کی خدمت کا اتنا احساس جس کو کبھی اس
حامد کے اوسان پر اثر معلوم ہوتی ہے ۔

حامد تندرست ہو رہا ہے ... باقاعدہ ورزش
نے اوسے اور بھی توانا اور تندرست کر دیا ہے اوس کے بارونق چہرہ
سے شباب جوانمردی دلیری شجاعت ۔ اولوالعزمی ٹپکتی ہے ۔

چوڑی خوبصورت پیشانی اقبالمندی کا نشان دیتی ہے بڑی بڑی چمکیلی
ابھرا ہوا احساس خط کھلے ہوئے رنگ اور چہرہ کے حسن کو اور دوبالا کیے
ہوئے ہیں

س — خدا کا شکر ہے آپ صحت یاب ہوئے ... باعث کرامی ہر وہ بیٹا
لاکھوں کا خون کریں ۔

حامد — خدا تم جیسی کو سدا ... کہ لوگوں کو جان ہی
وبال معلوم ہو ۔

س — مگر تم پر تو کچھ اثر نہیں ۔

حامد — مجھ سے ... اور ... کا بھی ...

س — ... حامد ... عالم ... ہو ... کہ ...
... اور ... سانس ... ہیں ۔

حامد ... ہو گیا

دیکھنے لگی۔

مس: ڈیر حامد تم کتنا ہی چھپاؤ چھپ نہیں سکتا۔ افسوس تم مجھے نہیں بتاتے کہ یہہ کیا بات ہے۔ (دل میں) کاش یہہ میرے ہی اثر سے ہو۔

حامد: ہم کو بہت ہم ہے۔

مس: اگر آپ سچے ہیں تو میری درخواست کیوں نہیں قبول ہوتی۔

حامد: پھر وہی کہہ چکا ہوں کہ یہہ تو ممکن نہیں

خدمتگار: (دل میں) کاش یہہ سوال مجھ سے ہوتا۔

مس: خیر تم ایک دن خدا کے سامنے مجھ سے شرمندہ ہوگے۔

حامد: (ہنسکر) سزا ہی تو وہی خدا ہے اور وہی خوب جانتا ہے۔

مس: خیر میں تو اب جاتی ہوں رات زیادہ آئی ہے اور آپ کو کل تک اس امر پر غور کرنے کی اور مہلت ہے۔

خدمتگار یہہ سنکر پردے ہٹ گیا اور برآمدہ میں جاکر دروازہ کے پیچھے لکن ادسی سیدہ میں کھڑا ہو گیا۔ مس نے آہستہ سے دروازہ کھولا اور آگے قدم بڑھایا۔

خدمتگار: (نہایت آہستہ سے) کون؟

مس: (مسکراکر) چپ نامعقول۔

مس نے یہہ کہکر آہستہ سے خدمتگار کے گلہ پر تھپڑ مارا۔ گستاخ خادم کو تاریکی شب نے موقعہ دیا کہ وہ اس حرکت کا ایسا ہی جواب دے مس مسکراتی ہوئی جلدی اور یہہ نہایت افسردگی سے یہیں رہ گیا۔

حامد: یہاں آؤ   عجب!

خدمتگار: حاضر

حامد: مار صندوقچہ اور قلمدان لاؤ۔

خدمتگار — بہت اچھا — یہہ خط آ گئے ہیں۔

حامد — یہاں رکہدو (دولبس) لاحول و لاقوۃ اس خرافات میں آج خطوں کے جواب بھی نہ لکھے (خط ہاتھہ میں لیکر) اہا اکرم کا خط ہے۔ (لیمپ کے قریب جاکر اور خط کہولکر آہستہ آہستہ آواز سے)

۸ - فروری سنہ ۱۸۹ء - یکشنبہ -

دہلی حوض قاضی -

مخدومی مدظلہ العالی تسلیم

جسطرح عالم خواب میں گذرے ہوئے واقعات اور بھولے بسرے سوانحات مجسم صورتیں بنکر کبھی خوش اور کبھی غمگین کر دیتے ہیں۔ عالم بیداری میں بھی انسان کی اوس بینش ہی آنکہہ کی مدد کے لئے جو امید کے چشمہ سے ہمیشہ آیندہ کی بہبودی کا خواب دیکھتی رہتی ہے خیال گذشتہ واقعات اور کارروائی کے فوٹو ہمیشہ پیش نظر رکہتا ہے جسے وہم لمحہ لمحہ نئے پیرایہ میں ظاہر کرکے گاہے خوش اور گاہی ملول بنا دیتا ہے۔ جسطرح انسانوں کے طبائع مختلف ہیں اون کی امیدوں اور آرزوں میں بھی اختلاف ہے لیکن اس نوع کے ایک خاص فرقہ کی حالت اگرچہ ایک سی تو نہیں مگر ایک قسم کی ضرور ہوتی ہے یعنے وہ حالت جو عالم تعلقات میں قدم رکھنے سے پہلے اوس کے عمدہ صبر انجام کے نرددات اور اس مطالب کے حصول میں کما ینبغی سعی اور گذشتہ حالات اور حاصل شدہ مطالب کے ذریعے سے آیندہ کے رستون کو کشادہ یا مسدود پاکر خوشی یا تفکر کی کیفیت کے محسوس ہونے سے پیدا ہوتی ہے - خداوند تعالی جن کو شروع ہی سے ستار مطلق سے چہڑا کر عالم قدس کیطرف متوجہ کرلے تو اون کی تو کہی ہی حالی ورنہ ہر فرد بشر کو اس زمانہ میں خصوصًا اس زمانہ میں اس سے چھٹکارا نہیں ہے - اور ہو بھی نہیں سکتا تمہاری قانون بدل سکتے ہیں - اور بدلے رہتے ہیں اون کا اثر اگرچہ عالمگیر ہو مگر باوجود سے بیچنا ممکن ہے اور بہتیرے قانون بہت سے اشخاص کے لئے بالکل

بیکار ہیں مگر قوانین قدرت جو مدبّر سموٰت و الارض نے نظام عالم کے واسطے بنائے ہیں اپنے متقن کیطرح لوث تغیّر سے پاک ہیں اور جسطرح وہ ہر شئے پر قادر مطلق ہے اوس کے قوانین بہی ہر فرد بشر پر حاوی ہیں - بس حقایق موجودات کے سمجہنے جان سکتے ہیں کہ اس دائرہ میں ہونے کے سبب سے اکرم کا دل بہی شروع ہونے والی دنیا کے سرانجام کے تفکرات کا مرکز بن رہا ہے -

عمر کا وہ حصہ جو فی الحقیقت ہر طرح اعلیٰ درجہ کی عزت کا مستحق ہے کیونکہ بلاواسطہ تعلقات سے سروکار نہ ہونے کے سبب علی قدر حیثیت بے فکری کا زمانہ ہے گذر چکا ہے - اور الحمد للہ کہ پہلے لحاظ سے بہت اچھی طرح گذرا ہے دوسرے لحاظ سے بہی برا تو نہیں کہا جا سکتا اِلّا وہ بات جو اس وقت حاصل ہونی چاہئے بہی نصیب نہیں - گنگا بہ رہی ہے اور ہم صرف اوس ہوا ہی پر اکتفا کئے بیٹھے ہیں جو کبہی کبہی اوس کی خوش آیند لہروں پر سے گذرتی ہوئی ادہر آجاتی ہے - اوّل تو ذریعہ ہی وہ اختیار کیا گیا جس میں اس سے زیادہ ہونا بہی کیا تہا اور افسوس ہے کہ اوس کے بہی مراتب علیہ حاصل نہ ہوئے جو ایم - اے اور بی - اے کی ڈگری نہ دور رہی ابہی تو ایف - اے - ہی کے لالے پڑ رہے ہیں - کل امتحان کے واسطے نام بہیجا گیا ہے اور آج یہہ نیاز نامہ لکہہ رہا ہوں جو خود میری نظر میں آپ نہ دیدن موزہ از پا کشیدن معلوم ہوتا ہے اِلّا چونکہ نتیجہ کو توکلت علی اللہ تعالیٰ چہوڑ کر مجبوراً اس سال ہر طرح نئی زندگی میں پہلا قدم رکہنا ہے شاید پیش از مرگ واویلا نہ خیال کیا جا سکے -

یہہ نئی زندگی کا زمانہ عمر کا موسم بہار اور اوس کا شروع جوبلی کے لحاظ سے نو روز خیال کیا جاتا ہے - اِلّا سالے کہ نکوست از بہارش پیداست جب اس کا شروع ایسا بہید گون کا ہے تو آیندہ تو کیا کچہہ نہ ہوگا اور جلد جا لوگ اپنی ذمہ داریوں کے ابہار اور اس قدر تفکرات سجاوے جا کی

کثرت کے باوجود کیونکر بھلا کہتے ہین - پر یہہ ہی صانع مطلق کے بے انتہا
فضل پر دال ہے - کہ اوس نے اوس مین ان کے واسطے دلچسپی پیدا
کر دی ہے - اور دلچسپی ہی ایسی کہ جون جون زمانہ گذرتا جاتا ہے بجاے
دل گھبرانے کے اور دلبستگی پیدا ہوتی جاتی ہے ورنہ نعوذ باللہ کہین
دنیا کا بے سود اور بے نتیجہ تماشا آنکھ بھر کر دیکھنے کے قابل ہے - جب ہر ایک
چیز ہر ایک کامیابی گذشتنی اور گذاشتنی ہے تو وہ حاصل ہو تو کیا اور نہ حاصل
ہو تو کیا - کھانے پینے عالیشان مکان بنانے حشمت دولت جمع کرنے کی ضرورت
اس سبب سے ہے کہ انسان جیتا ہے اور اوروں پر تفوق چاہتا ہے الا ان
جینے اور تفوق چاہنے کی ضرورت کیون ہے - اور جب نتیجہ معلوم ہے اور
یقینی ہے اور بہت جلد پیدا ہونیوالا ہی ہے اور بار علائق بے سود ہی ہے
اور رنج دہ ہی ہے تو اوس کے حصول کی تمنا تحصیل حاصل - مگر یہی پردہ ہے
جس نے دنیا کو دنیا بنایا اور انسان کو انسان - انسان دیکھتا ہے اور جانتا ہے
اور سمجھتا ہے مگر کر کچھہ بھی نہین سکتا - مین کبھی اس شروع ہونے والی حالت کو
عزت کی نظر سے نہین دیکھتا مگر شروع کرنے پر مجبور ہون اور شاید برابر سرگرمی
سے اور امید آسا ہی نہین کرسکتا کہ اوس کی کو پورا کرسکون - جس کے چھوڑنے
کا مجھے افسوس ہے - میرا بس چلتا تو شاید کبھی گذرتا کیونکہ جہان تک مین اپنی
طبیعت کا اندازہ کر سکتا ہون مجھے ان لسانہ تعلقی کے بیہودہ باتون سے
دلبستگی حاصل نہین ہے - مین شاید زیادہ خوش ہوتا اگر ہر چہ گیر مختصر
گیر پید مشکل کر سکتا - کہ کس نگو پید کہ از بیجا مجبور و اسکار و اور اس سے زیادہ مجھے
کچھہ چاہئے بھی نہین - مگر اب یہہ نہین ہوسکتا کہ اپنا بوجھ اپنے چار سے عزیزون
بڑے لڑکون کے سر کو اور ڈال دون - بلکہ میری ذاتی معلومات پر یہہ سخت
پڑی ہوئی ہے - کہ اون کی آرام اور بیفکری مین کوشش کرون -
اور یہہ میرا فرض ہے - آج صبح کو جب مین اس دھن مین مستغرق تھا تو قوت

دل ہے جس دن آپ نے ایک مغرب نواز مشاعرہ میں احقر کے آئندہ
معاش کے ارادہ کا استفسار فرمایا تھا۔ اور ایسی مہربانہ کوششیں احقر کو کوئی
ملازمت دلانے میں صرف کرنے کا وعدہ کیا تھا میں اپنے تئیں خوش قسمت خیال
کرسکتا ہوں اگر میری آزادی جو دنیا میں مجھے بہت عزیز ہے آپ کی خدمت
میں بندگی سے بدل جائے کیونکہ شاید مجھے اوس صورت میں اس کی ضرورت
بھی نہ ہوگی۔ ملازمت اس زمانہ میں غلامی کے برابر ہے۔ میں جب کسی ملازم
شخص کی بیکسی اور مجبوری پر خیال کرتا ہوں یا مشاہدہ کرتا ہوں تو مجھے اتنا
ہی رحم آتا ہے جس قدر کسی بے دست و پا شخص پر۔ لیکن مجھے بھی اس سے گریز
نہیں گورنمنٹ انگریزی میں ملازمت ملنے کی دقتیں اور کمیابی آپ پر مخفی نہیں
اور جب کوئی ادنیٰ سی ملازمت بھی خالی ہوتی ہے تو ہزاروں لائق آدمیوں
کی عرضیاں حقارت اور بے پروائی کی نظر سے دیکھی جاتی ہیں۔ اور اس کام
کے لئے علاوہ عمدہ لیاقت کے کارکردہ اشخاص ڈھونڈے جاتے ہیں۔ اور وہ بھی
آشنا لئے جاتے ہیں۔ پھر ظاہر ہے کہ میرا درجہ اس سلسلہ میں کیا ہے۔

غمزہ نادر طلب اور عشوہ ہے نایاب پسند
جنس ارزان دل ہے سودا در ہم نایاب نہیں

پھر بسبب ذمہ داریوں اور رشتہ داروں کے باوجود تنخواہ قلیل جس میں گذارہ بھی
مشکل چل سکے۔ ہر شخص نہیں سکتا گو گراں سمجھا جاتا ہے کم ازکم اس سے مگر اس کے
اون کی ضروریات کو کافی ہو سکے۔ آپ کی خدمت میں رہکر ملازمت میری آزادی کا
عمدہ نعم البدل ہوگی۔ ضروریات کے پورا کرنے کی خواہش رہا کریگی۔ سو
یہہ حسنہ زیادہ تر قسمت پر منحصر ہے۔ اور جاؤ یاد کن وہی کرسکوں کہ جس۔
میری ضرورت میری ضرورت نہیں ہے اوس سے گو اسلئے تو مجھے بہت
کم درکار ہے۔ مگر اوس کی قلت غالی پورا کرنے کے لئے ضرورت ہے کہ

جگہ کی اور جب آپ کی مہربانی اور الطاف میرے حال پر یہاں تک ہیں تو میں یہہ لکھنا بیکار سمجھتا ہون کہ میرے واسطے کسی مناسب موقعہ کا خیال بلکہ تلاش رہے میں خود بھی اس تجسس سے غافل نہیں مگر امید کرتا ہون کہ مسبب الاسباب حقیقی کی بے انتہا مہربانیاں یہہ چاہین گی کہ اس دار الاسباب میں آپ کی مبارک سعی سے یہہ کامیابی حاصل ہو۔ انسانی طریقہ کے موافق میں نے اس قدر عرصہ پہلے کوشش کی اور اس سبب سے کیا ہے کہ شاید میری عجلت السعی میں کمی ثابت کرکے کسی موقعہ کے واسطے افسوس نہ دے۔ والتسلیم

محمد اکرم

(خط رکھ کر) خوب! ماشاء اللہ لیاقت تو اچھی حاصل کر لی ہے اور مناسب ہے آجکل کہیں جگہ موقعہ بھی ہے۔ انشاء اللہ کوئی صورت نکل آئیگی۔ (دوبارہ خط پر سرسری نظر ڈالکر) مگر کوئی جگہ اس کے قابل نہیں۔ قاضی صاحب کے عنایات دوستانہ بھی اس قدر ہیں کہ اون کے مقابلہ میں اوسکے واسطے جس قدر کوشش کرون کم ہے خصوصًا اس قدر دور دراز پر بلا یا جائے تو کچھ تو ہو۔ (ذرا تامل کرکے) شہر ناقص سہی ہموار ہو جائے گی ہیں تو بلا لیتا ہون اللہ مسبب الاسباب

هر آنکه زاد بناچار بایدش نوشید   ز جام دهر مئے کل من علیها فان

اے اندھیری رات کے چمکتے تارون تمہاری جگمگاہٹ گرمی کی ٹھنڈی راتون میں اوس دور دراز وطن مسافر کا کیسا دل بہلاتی ہے جو ایک سنسان جنگل میں تن تنہا بے عزیز و اقارب کے سبزہ اُگا ہوا فرش زمین پر لیٹا ہے یہی نہین بلکہ ناخدا بھی تمہاری رہنمائی سے بے پایان سمندر میں اپنا راستہ پا رہے ہیں

آخر عشرہ کا روشن چاند دور کے افق میں ذرا ذرا بلند ہونا شروع ہوا اور تارون کی چمک مدھم پڑنے لگی۔ بلکہ بہت سے تو دکھائی بھی نہین دیتے۔ زمین پر نور کی چادر جلدی جلدی پھیل گئی اور اس روشنی میں

کا سنسان راستہ ڈھونڈ نکالیں گے۔ ٹھنڈے ٹھنڈے ہوا کے جھونکے آنے لگے
اور ہرے بھرے درختوں کی ڈالیاں ہلنے لگیں اور جو غنچے ذرا ذرا کھلے تھے
اور پہلے سے زیادہ شگفتہ ہونے لگے۔ ہوا کا ایک جھونکا آیا اور کسی مکس کے
دروازے پر ٹمٹماتے ہوئے چراغ کو بجھاتا ہوا اس سے نکل گیا۔ اتنے ہی میں مشرق
میں روشنی ظاہر ہوئی اور نیر اعظم بڑی آب و تاب سے نکلا ایک ادھ تارا
جو ماہتاب کی روشنی میں شرما شرما کر جھلملا رہا تھا آناً فاناً غائب ہو گیا رفتہ رفتہ
ماہتاب بھی سفید پڑ گیا۔ اور اوس نے اپنی نورانی شعاعیں زمین سے اٹھا کر مغرب کا
سفر جلدی جلدی اختیار کیا۔

اب آفتاب کی کرنیں نہایت تیزی سے چمکتی ہوئی زمین و آسمان پر پھیل
گئیں بلند ہوتے ہوتے وہ سمت الراس تک آ گیا کسی آنکھ کو تاب نہیں کہ اوسے
دیکھے کسی جسم کو برداشت نہیں کہ اوس کی گرمی سہ سکے۔ وہی نسیم سحری جو اسے
خوشگوار ٹھنڈے ٹھنڈے جھونکوں سے راحت پہنچا رہی تھی۔ اور نازک
غنچوں کو شگفتہ کر رہی تھی صرصر بن گئی۔ اور اپنی لپٹوں سے ان ہی نوخاستہ
کلیوں کو مرجھانے لگی۔

اسے دیکھتے ہوئے منور چہرہ والے خورشید انور کی گرم بازاری کے
آگے ستاروں کا جمگھٹ ذرا بھی نہیں دکھائی دیتا ماہتاب بھی تجکو دیکھتے ہی ماند
پڑ گیا۔ کیا اب ستاروں کو موقع نہ ملے گا کہ وہ اسی سرزمین کے بسنے والوں کو
اپنی صورت دکھائیں۔ کیا تو نے تمام عالم کو مسخر کر لیا ہے کیا تیرا اجلال ہمیشہ قائم رہے گا
نہیں کبھی نہیں! یہ زمانہ کی عادت نہیں!!

دوپہر ڈھل گئی اور اب آفتاب کی آب و تاب میں فرق آنے لگا
چند گھنٹے کے بعد اوس کے چہرے پر زردی چھا گئی۔ جیسے کسی جاں بلب شخص
دم نزع۔ اے چمکتے ہوئے سیارہ تو اب کہاں ہے اور آسمان پر ذرہ [illegible]

طوفان خیز اندھیری رات کا نشانہ کیوں ہے؟ ہاں زمانہ ایک کو چھپاتا اور دوسرے کو دکھاتا ہے ہر ایک عرصہ خاص تک اسے جلوہ افروز رکھتا ہے اور پھر غائب ہو جاتا ہے۔ زمانہ کے ہاتھ ہستی کا پردہ اوس پر ڈال دیتے ہیں۔ اسیطرح انسان ایک پھول ہے جو گلشن ہستی میں کھلتا ہے۔ اوس کی نیکی اور بھلائیوں کی خوشبو چاروں طرف پھیل جاتی ہے وہ خوشنما چمکتے ہوئے ستارے کیطرح اپنے عزیزوں کا غم و الم میں دل بہلاتا ہے اور وہ اپنے کاروائی اور تجربہ کاری سے آیندہ نسلوں اور اپنے ہم عصروں کے واسطے شمع کارنما ہو جاتا ہے۔ اوس کا دل چاند کیطرح روشن ہوتا ہے۔ اور صلح کل کی شعاعیں جو اوس سے نکلی ہیں وہ اپنے پرائے سب کو ڈھارس دیکر بے غرض امداد کا یقین دلاتی ہیں۔ وہ شہنشاہی کا لقب اختیار کرتا ہے۔ اور دنیا بھر میں آفتاب کیطرح اوس کا نام روشن ہوتا ہے اوس کی حشمت و جلال اور سخاوت سے اچھے اچھے کانپ اوٹھتے ہیں دور دور تک اوس کے نام کا ڈنکا بجتا ہے اقبال اوس سے قول ہارتا ہے اور وہ عقلمندی کے نشان غریبوں کے اس سرے سے اوس سرے تک اوڑاتا ہوا چلا جاتا ہے مگر ہائے زمانہ فنا کی چادر میں لپیٹ کر گمنامی کے گڑھے میں ڈال دیتا ہے اور ایک دم سے ساری عالمگیری چھین لیتا ہے۔ غم و الم کی کالی کالی گھٹائیں پس ماندہ عزیزوں کے دلپر چھا جاتی ہیں اور وہ عرصہ تعصبی کی ڈراونی رات میں ٹکراتے پھرتے ہیں۔

دیکھو دو خوبصورت دوشیزہ لڑکیاں ایک مکان میں الگ کمرہ میں بیٹھی آنسو بہا بہا کر اپنے دل سے غبار الم نکال رہی ہیں۔ دونو کسی بار غم سے افسردہ ہیں۔ رخساروں پر زردی چھا گئی ہے دلفریب نرگسی آنکھیں سرخ ہو رہی ہیں آنکھوں سے ایک دریا ہے کہ اوڈا چلا آتا ہے۔ ایک پہاڑ ہی کہ دلپر ٹوٹ رہا ہے۔ یہ دونو مسرت جہاں اور نازنین العہد ہیں مسرت کو اپنے پدر بزرگوار قاضی محمد حسن کے اچانک انتقال کا ملال ہے نازنین

دیکھتے ہیں اور دل ہی دل میں آہیں بھر کر آنسو بہاتے ہیں۔ کبھی وہ ایک دوسرے
کو تسکین دیتے ہیں مگر افسوس کہ اس میں اس قدر ناکامی حاصل ہوتی ہے کہ خود ہی بیقرار
ہو کر دوسرے سے زیادہ گریہ و بکا کرنے لگتا۔ اور پھر دونوں کے منہ [illegible] آنسو
اون کے پاک دامن تر کر دیتے ہیں۔

قاسمی صاحب کی بیوی ایسے عالم میں ہوگئی ہیں غم کی مجسم تصویر بن رہی ہیں۔ اگرچہ
آنسو خشک ہوگئے ہیں۔ اور زبان سے اُف نہیں نکالتیں مگر دل کا عجب عالم ہے
اور جب وہ ہم لڑکوں کو دیکھتی ہیں تو اور بھی حزن و ملال کے آثار چہرہ سے نمودار
ہو رہے ہیں۔ لیکن اس حالت میں بھی خدا پرست اور خوددار بیوی صبر و شکر سے کام لے
رہی ہے۔ اگرچہ کلیجہ پھٹا جا رہا ہے مگر صبر کو جبر کی حد تک پہنچا رکھا ہے۔

باہر مردانہ میں کچھ لوگ جو فاتحہ سوم کی تقریب سے آئے تھے بیٹھے ہوئے
مرحوم کے خصائل حمیدہ و اوصاف پسندیدہ بیان کر کرکے افسوس ظاہر کر رہے ہیں
مولوی عبداللہ قاسمی صاحب بڑی خوبی کے آدمی تھے۔ بڑے پرہیزگار اور کریم النفس ایسے
لوگ دنیا میں بہت کم ہوتے ہیں۔

مسٹر فتح علی — اجی مولانا اس زمانہ میں بھی کہ بیچارے پنشن لیکر گھر آ بیٹھے تھے انکی
آمدنی کا بہت سا حصہ یتیموں بیوگان اور غریبوں کی امداد میں صرف ہوتا تھا۔

شیخ رحیم الدین — اللہ اکبر ماشاء اللہ [illegible] وظیفہ کے دوسرا
کام ہی نہ تھا [illegible] تھے۔ اب اس میں
[illegible]

مسٹر فتح علی — [illegible] دل و جان سے کوشش کرتے تھے کہ [illegible] کا دل بہلا
[illegible] ساری زندگی [illegible]

[illegible] — وہ ہمارے [illegible] لوگ اون کے خیرخواہ اور ہمدرد تھے
کوئی غریب ہوتا اور بیچارہ افلاس میں آجاتا اور ان کا چرچا آتا تو انہوں نے اپنے پاس

شیخ کلن خدمتگار — ہائے کیسے اچھے آدمی تھے۔ اللہ ان کو جنت نصیب کرے ہمارے خاندان بھر سے جو کچھ وہی تھے۔ ہم نوکروں سے بھی ایسے ملائمت سے بات کرتے تھے۔ اور کیسے خوش خلق سے پیش آتے تھے۔ آج اس گھرانے کا بڑا بوڑھا سردار اٹھ گیا یوں ہے کہ سب کے سر سے تاج اتر گیا۔

شیخ رحیم الدین — ہائے اب ایسے نیک آدمیوں سے دنیا خالی ہو گئی۔ اور کیسا اچانک سانحہ واقع ہوئی۔ پرسوں مجھ سے ملاقات ہوئی۔ کل صبح کو درد اٹھا شام تین بجے تو انتقال ہی ہو گیا۔

مولوی حمیدالدین — جی ہاں حضرت إِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ لَا يَسْتَأْخِرُونَ[۱] سَاعَةً وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ۔

میر فتح علی — میری سمجھ میں تو نہیں آتا۔ کہ دنیا ہے کس مرض کی دوا۔ اور یہاں ہم لوگ کیوں بھیجے گئے ہیں۔ ایک ناٹک کا سا تماشا ہے کہ رات بھر طرح طرح پر دیکھے صبح کو کچھ بھی نہیں۔

مولوی حمیدالدین — كُنْتُ[۲] كَنْزًا مَخْفِيًّا فَأَحْبَبْتُ أَنْ أُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ۔ محرم نہیں ہے تو ہی نوا ہائے راز کا — یاں ورنہ جو حجاب ہے پردہ ہے ساز کا

ضیاء اللہ اختر —

غم کے کھانے کے لئے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کے لئے کچھ کم نہ تھے کروبیان

شیخ رحیم الدین — خدا تعالیٰ یہ تو وہی جانے کہ کیا حکمت ہے مگر اس میں شک نہیں کہ تعلقات دنیوی بے سود اور دل آزار ہوتے ہیں۔ بادشاہ ہو یا غریب امیر ہو یا فقیر کسی کو رنج و فکر۔ احتیاج حرص سے خالی نہ پاؤ گے حقیقی بے فکری کسی کو بھی نصیب ہو۔

نوٹ: سلہ ۱ جب موت اجل آتی ہے تو ایک لمحہ نہیں ٹلتی نہ ایک ساعت پہلے آتی ہے
سلہ ۲ میں پوشیدہ خزانہ تھا میں نے چاہا کہ لوگ مجھے پہچانیں اس لئے میں نے خلقت کو پیدا کیا۔

ہو سیر - بچہ ہے یا جوان خواہ بوڑھا سب ہی تو اپنی اپنی سانا ہو جب ادھیڑ بن
مین لگے ہوئے ہین -

ضیاء اللہ اختر — حضرت بالکل بجا ہے کسی نے کیا خوب کہا ہے -

جز ادب و شوق حبیب و غم نستودر

اپنا کوئی زمانہ نہ گذر افسانے مین

مولوی حمید اللہ بن — بھائی آرام وسے فکری سے تو سب طالب ہین مگر مگر
یہ ہے تو نہین آتے جس قدر تعلقات دنیوی کم ہون گے بے فکری زیادہ ہو اور جسے
بے فکری حاصل ہے آرام بھی ہے - ورنہ خواری ہی ہے - آدمی کو چاہئے کہ ہمیشہ سوت
دستشلی یا تیار رہے جیسے مسافر اسٹیشن پر روانگی کے واسطے -

ضیاء اللہ اختر — رستار باش خواہ کہ انہ مرگ چارہ نیست
غافل مشو کہ عمر عزیز نہ دو بارہ نیست

ور زندگی نکو مست مرگ نیست ہیچ دم

ر یہ اک روز مرگ بکس آشکارہ ام

شیخ شمس الدین — مولوی صاحب میان رکھ لو دنیا سے الگ رہنا بڑی
مشکل ہے خود انسان کے پیچھے اس قدر کھٹڑے لگے ہوئے ہین کہ ان سے بہترا
چاہے چھٹکارا ہی نہین ہوتا -

مولوی حمید اللہ صاحب — بھائی صاحب کیا کہتے ہو دل سار و دست بکار چاہئے -

---

شانزدہم

اسکے خون مین فاصلہ شاید نہ کچھ رہے - دامن کے چاک اور گریبان کے چاک مین
رمانہ کا وقت ہے اکبر کے بالاخانہ مین آج . دستون کا ہجوم نہین ہے صرف
مسعود - اُس کے پاس بیٹھا ہے - یہہ دو لنگا و تکیہ سے لگے حقہ پی رہے ہین اور

آہستہ آہستہ کچھ باتیں کرتے جاتے ہیں۔ سامنے کی چراغ کی مدہم روشنی اکبر کے چہرہ کا حزن و ملال آشکار کر رہی ہے۔ اسکا چہرہ اُترا ہوا ہے۔ آنکھیں سرخ ہیں لب خشک ہیں دل اندر سے تڑپ رہا ہے۔ بار بار لمبی لمبی ٹھنڈی ٹھنڈی سانس آتی ہیں اور رک جاتے ہیں۔ دل اندر آگیں بھرا چلا آتا ہے۔ اس سے جھکا ہوا سر لب ہونٹ اڑ رہے ہیں۔

اکبر — آہ یار یاں از نو بیچ کیا معلوم تھا کہ تو ہوا ہے تیسری فضا میں صرف مجھے اور پر یاد کر انکو نہیں

منصور — ارے میاں تمہاری بدنصیب کا ہم بیچ نہ کر۔ اب بتاؤ کہ وہ اس حرکت سے اور اُلٹ جائیگی۔ یار تم کو ڈھیٹ پہ لا سکتا ہوں مگر سمجھ ہی نہیں آتی۔

اکبر — ہائے کیا اچھی صورت تھی کیا نازک اور سنہرا بدن واللہ اس سے بہتر آنکھوں نے کبھی نہیں دیکھا۔ کاش ایک بار اور نظر آجاتی۔

منصور — وہ تو تمہاری نظر چڑھ جاتی مگر تم نے تو نئی نائی بات بگاڑ دی۔

اکبر — جی ہاں مجھ جیسا کوئی دلبر ہو تو ہوئے جب میں نے اسی ٹوپی اوس کے پاؤں پہ رکھدی اور ظالم کا دل نہ پسیجا تو اور کیونکر پاتی۔

منصور — میاں رام کرنے کے یہ طریقے نہیں۔ اس راستہ تمہیں وہاں جانا ہی نہیں چاہئے تھا۔

اکبر — اجی دیوانے ہوئے ہو میں نے جاکر کیا کرلیا۔ خدا کی قسم اوس کے چہرہ پر نظر پڑی ہے تو ہاتھ پاؤں میں ایسا رعشہ آیا کہ قدم ہی نہ اٹھے اللہ اللہ اس موہنی صورت نے کس انداز سے خشمگیں ہو کر میری طرف دیکھا ہے کہ اس یاد سے دل ٹکڑے ہوا جاتا ہے۔ دو آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا گئے ہیں اب نہیں جیئے گا۔

منصور — میرا یہ اس خیال کو دل سے دور کرو میاں ایسے ہرجائیوں سے دل لگانا ہی نہیں چاہئے۔

شمشاد — اگر ابھی نہیں تو یہاں تنہا آکر کیوں رہی تھی اور سہراب جلی کو کیا پہنچ کر معلوم نا ہوگا

اکبر — یہاں آ رہی تھی ہاں تو پیرا جلا یہ شوق کھینچ لایا تھا

منصور — خوب تو یہ بھلا اپنے اوپر عاشق تھے۔

اکبر — اوس سے ادا پاس سے اوس کا مالی کہی تھی وہاں سے تو کسی دکیل کے ڈر کے مارے نکلا نہیں۔ دیا ہی تو ان بیغوں نے ہم مشتاق کیا اور ظالم کے میرے دو اسٹے پھر کے ۰۰۰۰ سی کر دے کا میں مانا اوس کا دل لگا ہوا آ گیا۔

شمشاد — یار تم تو کہتے ہیں کہ تم بہلی مرد بیار اپنے خوش رہتے کہ تمہے وہاں جا کر چلے۔ بھلا وہ تمہاری صورت سے بیزار ہوئی کہ پھر رفتہ رفتہ دو ڈر کے ڈرانے لگتے تھے۔

اکبر — یار شوق نے بھی مانا ہو۔ ہمیں کچھ ہی ہو جس تو یار اوسے ڈھونڈوں گا اون کا بام ہوا آن کا۔ اس ٹھان لی ہے

منصور — قصہ کچھ اور جنون کے سے آثار ہیں

اکبر — ہاں بھائی سچ کہتے ہو جس پہ بیتے وہی جانے ظلم تو دیا جا کر باتیں کروگے ہی۔

منصور — میاں لعنت بھیجو ایسے معاملہ دنیا میں بہت ہوا ہی کرتے ہیں

اکبر — زنبور کی جیٹ ہا کری بہت تو میں تمہیں سمجھتا ہوں تم نے دیکھا ہو اور غش سے کہا سے ہو جاتے تھے۔

منصور — اچھا اس کا علاج ؟

اکبر — علاج ایسا علاج تو مری بیاری ہے مر جاؤں نہیں جب تک اس پر جان تن سے نکلی اور ناہی تو ...

تیری بزم میں تو جلتا کہ مجھے بھی بو پہنچتی   جو یہ نہیں ہے تھا دل کو جلنا تو ملا سے عود ہوتا

منصور   تو تم ایسے مضطرب کیوں ہو پھر مل ہی جائیگا۔

اکبر   افسوس یہ ہے کہ اب وہ میرے ہاتھ سے نکل گئی اب ملی بھی تو بس ہوش جانے کا۔ (آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے)

اب یہ نہ کہا کر کیا دل وہاں ہے   کہاں اس سے لو چھری سے کہاں ہے
ملاقات کی بھی اب طاقت کہاں ہے   نگاہ حسرت آہ ناتواں ہے
اجل سنتی ہے کس دم مہربانی   کہتے ہیں جاؤ میں وہ نامہربان ہے
یہ بھی مل گیا ہے کوئی شہر سا   اب آتا ہے وہ صحبت کہاں ہے
یہ کس گلرو کا عالم یاد آیا   دم سرد اک نسیم بوستان ہے
ہوائے بیتابی دل ہو شرر   کہ گھبرایا ہوا جیسے باغبان ہے
ستم اون کا ارادہ ہے سفر کا   قیامت آنے میں ہے درمیان ہے

کوئی بان لاؤ اوس پہ نقش لو
کہ آتا شیفتہ نام اک جوان ہے

منصور   پھر کیا وحشت ہے خدارا دل کو سنبھالو۔

اکبر   میاں وحشت کہاں ہے۔ بس اب آپ بھی یہاں سے چلے جائیے

منصور   افسوس اب تو پورا جنون ہو گیا۔

اکبر   پھر وہی۔ یار کہہ ما ان وحشت سے چلے جاؤ۔ یہاں پہلے ہی دل سے کھٹکا ہے یہاں اپنا تم اور شکایت کئے ہو۔

منصور   میں تو چلا ہی جاؤنگا مگر تم کو بھی ذرا سوچنا چاہئے کہ ... ہے آتا آلی ہے۔

اکبر   آپ میرے معاملہ میں دخل نہ دیجئے اور یہ عشق کا وقت ہے کہ سکے تھوڑے سے تھوڑے سے تشریف لیجائیے۔

منصور نے دیکھا کہ اکبر کو اوس کا بیٹھنا ناگوار گذر رہا ہے اس خیال سے کہ صبح کو

پھر سمجھائیں گے کہ اس وقت اللہ اکبر ہو رہا ہے۔ وہ اٹھ کر چپکا اپنے گھر کو چلا گیا۔

اس تحت رات کے بارہ بجے ہیں خلق خدا پاؤں پھیلائے سو رہی ہے شہر [illegible] آدھی رات کا عالم ہے چوکیداروں کی ہلکی آوازیں سے لوگ خواب سے [illegible] ان پر کچھ بھی اثر نہیں۔ طالب علموں نے بھی کتابیں بند کر کے خواب کا ارادہ کر لیا ہے خدا پرست بھی نماز و وظیفہ سے فارغ ہو کر خواب استراحت میں ہیں اور چونکہ تہجد میں ابھی دیر ہے میٹھی میٹھی نیند لے رہے ہیں۔ ہاں راہزنوں اور چوروں کی آنکھوں میں نیند نہیں وہ پولیس کی آنکھ بچا کر اپنا کام کر رہے ہیں اکبر کے بالاخانہ میں اس وقت اکبر کے سوا اور کوئی نہیں۔ وحشت لحظہ لحظہ زیادہ ہوتی جاتی ہے، دل گھبرا رہا ہے اور آنسو امنڈ رہے ہیں اس عالم وحشت میں وہ گھر سے نکل اچھی دروازے سے شہر کے باہر چلا۔

رخصت اے زندان جنوں زنجیر در کھڑکائیے
مژدہ خار دشت پھر تلوا میرا کھجلائے ہے

آنکھوں سے اشک اور زبان سے اشعار جاری ہیں اور وہ سر اٹھائے ایک طرف کو چلا جاتا ہے۔

آسمان پر تارے کھل رہے ہیں قمری مہینہ کی ساتویں رات کا غروب ہوتا ہوا چاند زمین کی نورانی چادر سمیٹ رہا ہے لیکن ابھی تک شاہ جی کے تالاب میں اس کے سنہرے چہرہ کا عکس لہرا رہا ہے۔ تالاب کے چاروں طرف سنسان ہے ہرے ہرے درختوں کی قطاریں ایک عالم سکوت میں کھڑی ہیں گویا اہل شب زندہ دار ادا سے نماز میں ایستادہ ہیں ہاں ہوا کے جھونکے خدا جانے کیا ذوق پیدا کر دیتے ہیں کہ ڈالیاں جھوم جھوم جاتی ہیں۔ پرندے پروں میں گردنیں دئے بسیرا لے رہے ہیں پر شہر کے چوکیدار [illegible]

[illegible]
اس کے دل پر کیا اثر کیا ۔ [illegible] اور از خود رفتہ ہو گیا ۔ تالاب کے کنارے بیٹھا ہے انسو کی لڑ [illegible] ہوں گویا آنکھوں پر سامنے کی کی پورا کرنے اور تالاب کو [illegible] کا بیڑا اٹھا چکی ہیں ۔

کبھی تو ہونٹوں پر [illegible] ہے اور کبھی [illegible]
یا مصرعہ کے حروف لئے ہوئے زبان تک آ گئی ہیں

اے جامہ پارہ پارہ و دل [illegible] [illegible]
بیگانہ جیب سے یار ہوا ہے رقیب سے [illegible]
بلبل یہ کہہ رہی ہے سر شاخ بار [illegible] [illegible]
کم التفات ہم سے سمجھتے ہیں اہل [illegible] [illegible]
اے حوش رشک قرب عدو [illegible] [illegible]
رشک سے راز عشق میں ضرب المثل [illegible] [illegible]

وقت کی تاثیر نے اشعار کے اثر سے دل کے [illegible] اور [illegible] وہاں [illegible] سے یہی دم اکتا گیا اور ایک [illegible] ۔

الکبر [illegible] افسوس خدا جانے اب کہاں وہ [illegible] کون کیا سامنا ہوا ہوگا ۔ کس کس کی التجا کی ہوگی ۔ [illegible] انتہا ہے !
کیا وہ اس قابل نہیں کہ زمانہ جس کی [illegible] ہو کر
کیا وہ میرے ہاتھ نہیں آ سکتی ۔ افسوس [illegible]
تو پھر اس زندگی سے فائدہ [illegible] دل

یا اللہ یہ کیا معاملہ ہے [illegible]
اس ظالم دیکھ تو [illegible] کر گیا
ارے کہیں ایسا ہو کہ وہ [illegible]
اور ٹھکانا ہی کیا ہے ۔

مگر نہیں تو کیا میں اپنی پیاری کی اتنی خدمت بھی نہ کرونگا کہ اوس کو اوس ظالم
کے پنجہ سے چھڑاؤں - آخر یہہ میری جان کس کام آئے گی - بس اس کو اسی کام
میں صرف کیا جائیگا!

فصل ہفتم

میں بلاتا تو ہون اوس کو مگر اے جذبۂ دل
اوس پہ بن جائے کچھ ایسی کہ بن آئے نہ بنے

چہہ مہینہ کا عرصہ گذر چکا قاضی صاحب کی بیوی اپنی منجھلی لڑکی شرف جہان کی شادی
نواب ذوالفقار علی رئیس دہلی کے چھوٹے بیٹے محبوب علی سے کردی اور اب اس
فرض منصبی سے سبکدوشی حاصل کرکے اکبرآباد اپنے بھائی کے پاس جاتی ہیں تاکہ بقیہ
زندگی یاد خدا میں گذاریں - نازنین اور [illegible] کو اپنے ساتھ لیجانیکا ارادہ تھا مگر شرف
جہان کے اصرار سے مجبور ہو کر اُن کو تہوڑے عرصہ کے واسطے اوسے یہان
چھوڑنا پڑا - کیونکہ اولاد کی محبت نے گوارا نہ کیا کہ شرف کو جو کبھی اونسے
جدا نہ ہوئی تہی اکیلا تنہا چھوڑدیں کہ اون کے غم سے دہلی کو بھی لیجاویں لیکن پہلے ہی
ارادہ تہا کہ الو تہوڑے دن کے واسطے خود دہلی آکر اپنے ہمراہ لیتی جاؤنگی
یا وہیں بلالونگی - چونکہ نازنین اور [illegible] ہے اون کو بدرجہ کمال الفت تہی اوسکے
واسطے تمام سامان ارام و آسایش کا بخوبی کرگئیں تہیں - اور تاکید تہی کہ بہت ہی
[illegible] پیچھے رہنا - مگر قسمت کے لکھے کی کسکو خبر ہے کہ کیا کیا رنگ لائیگی
یہان کچھ دن نہ گذرے تہے کہ مشرف کو اپنے خاوند کے ساتھ لندن جانا پڑا -
وہاں بیچاری دل بیگم پر خاوند کی مصیبت اور اولاد کی جدائی کا کچھ ایسا صدمہ
تہا کہ اندر ہی اندر گھلی جاتی تہیں اوس پہ علاج کی طرف سے بالکل بے پرواہ تہا
نتیجہ یہہ ہوا کہ دو دن کے بخار سے عالم بالا کو سدہار گئیں تمام فکر دنیوی سے
سبکدوش کردیا - نازنین اور بہن بیچاری تباہ رہ گئی - گویا ان کے مرنے کا
صدمہ تازہ ہوگیا ہمدردی بہت پائی مگر سب بے سود لاحاصل تہا -

ہمہ تن چوں شوم ز و بپہ حکم — گر بدانم کہ گرہ بر ابرو افتد

ایک دن اسی سوگ میں بیٹھی دل سے باتیں کر رہی تھی کہ دروازہ میں سے کسی کے آنے کی آہٹ معلوم ہوئی اوپر اٹھا کر دیکھا تو دوسری جا دم چلی آتی ہے اسے دیکھتے ہی کھٹک ہو گیا کہ دیکھئے کیا نیا گل کھلاتا ہے۔ بادل نخواستہ اس سے سلام کیا یہ معمولی ادا سے جواب دیکر خاموش ہو رہی۔ بغیر اجازت فرش پر ناز کے کنارے ہو بیٹھی۔ اور ناز کی طرف غور سے دیکھ کر بولی کہ کہئے بیوی مزاج کیسا ہے؟

ناز بیں۔ الحمد للہ اچھی ہوں۔

عورت: اللہ ہمیشہ ہمیشہ اچھا ہی رکھے۔ کتنے دنوں سے کیا دیکھنے کو جی چاہتا تھا — وہ تو اکبر علی کی اماں سے یہ نیا ماو۔ مجھے کہاں معلوم ہوتا

ناز بیں (دل میں) خدا اجبر رکھے اتار اچھے ہیں۔ کہیں یہ وہ لوگ تو میرے پیچھے نہیں پڑے۔ ہائے اکبر تو بڑا اختر۔ آدمی ہے اوس دن اللہ نے بڑی بچائی (میرے مولا اب کیا ہو گا دیکھا کریا ہے) کیا تم اُس سے ملی ہوئی ہو

عورت: بیچاری کا بچہ کے غم میں عجب حال ہے۔ اے بیوی وہ تو دیوانہ ہو گیا بالکل بالکل۔

ناز بیں (دل میں) دیوانہ بکار ہو دھتکار (ماما سے) جی ہاں تو کیوں؟

عورت: بیوی کیا بتاؤں۔ جہاں تک ہو سکے ماں باپ کی دعا ہی لے یہی پڑھا اور سے کوسا کرتی تھی آپ کا صبر پڑا۔

ناز بیں (دل میں) کمینے صبر صبر پڑا تو سب پہ پڑتا

عورت: اب آپ اکیلی رہتی ہیں۔

ناز بیں (جواب ندارد)

عورت: بیوی خدا جانے آپ مجھ کو کیا سمجھی ہیں۔ بڑے بوڑھوں کا قول ہے کہ اگر بیر دوستی سے بھی لیوے کا قول سے لوہاں لے میں کیاری

ہوں تو آپ بھی سہی مگر میری رائے تو یہ ہے کہ آپ کو ابھی بہت عمر کاٹنی
ہے وہ اس طرح کرلی چاہیئے کہ جو مشکلیں آپ کو اپنے نانوں پیش آئی ہوں
نہ رہیں۔

نازنین — الحمد للہ۔ کہ مجھے کوئی مشکل نہیں۔ میرے آرام کے قابل
بہت ہے۔ سب طرح کا عیش ہے۔ خدا وکیل ہیں۔ گوشہ میں قفس کے مجھے آرام
بہت ہے۔

عورت — خدا نہ کرے تمہارے دشمنوں پر مشکلیں پڑیں۔ اللہ ساری
مشکلیں آسان کرے۔ رسول اللہ کے صدقے سے۔ مگر بیگم خدا کے فضل سے
آپ خود سمجھ سکتی ہیں۔ کہ کس طرح گذر سکے گی۔

نازنین — خیر آپ فرمائیے کہ اس کہنے سے مطلب کیا ہے۔

عورت — میرا مطلب کیا ہوتا۔ مدت سے یہی جی تڑپ رہا تھا۔
دیکھ چلی۔ ہاں جی یہ چاہتا تھا کہ آپ کو آپ کی جائداد میں آباد دیکھتی۔

نازنین — اب جائداد کا کیا ذکر ہے میں تو اس سے بالکل دست بردار
ہو چکی۔

عورت — یہ بھی کوئی بات ہے اللہ آپ کو مبارک کرے آپ کا تمام
روپیہ اور کاغذات امانت رکھے ہیں وہ کوئی لٹیرے ہیں۔ کون ہیں۔ یہ
بھی ایک بات ہی۔ آپ کی مرضی نہیں نہ سہی۔ مگر ہاں اتنا تو ضرور کہوں گی کہ
آخر آپ شادی کرتی ہی ہیں۔ پھر ان سے بہتر اپنا جان نثار کیا ہو گا۔ ماشاء اللہ
لائق ہیں اور کون ہو گا۔ بیوی سچ کہتی ہوں راج کرو گی۔ اب یہی کیا گیا ہے۔

نازنین — (خشمگین ہو کر مگر آہستہ آواز سے) تمہاری یہ باتیں پہلی
ہی جانتی تھی۔ اور میں کہہ چکی ہوں کہ ادھر کی دنیا ادھر ہو جاوے کبھی نہیں۔

عورت — ماشاء اللہ کس پتھر کا دل ہے۔ تم نے ان کو دیکھا ہی نہیں
ورنہ ضرور ان پر رحم آ جاتا۔ کوئی گھڑی ہے کہ آپ کی یاد میں ان کو نہیں بیتی

بہرے اسے کی حسرتی ہو بری ہمت سے لہالہ چارہ ارکو یہی جانا نہ سا سے کہا نہ
سامان سے لوس جاؤں گی مگر وسے کا ذمہ ہیں اگر آج تھکا سے دکھوں کی نذر
دوں گی۔

نازنین   حیرآمدم بر سر مطلب۔ ذرا میں بھی تو دیکھوں ان رقعوں ہائے سالبکہ
پٹے ہوئے ہیں)

ما نامہ بسر گرد گل دشت نوشتیم
باشد کہ صبا با ورسانید

ہے کہ کہیں یہ نامہ اور بھی مزاج سعی نہ کرے سے میرا کم ہوا یہی تمام ارمان
کو خاک میں ملا چکے صرف خود خاک ہونا باقی ہے تو اک دن آنے کے بالوں یہ بھی
ہو جائیگا مری تمناؤں کا مدار آپ ہی کی ملاقات پر تھا سو اور ان کی جو کچھ حسرت آپ کو
معلوم ہے میرا عشق لا تعلقانہ کچھ بس ہے نہ رہے۔ آگ بار خاطر ہو تو ان دنوں
سے نامہ قائم رکھنے فرماتے اپنا حساب و کتاب کر سکے ... ہی
جینا۔ کے آرزو کی ہے اور آخری تمنا ... ان ۔ دوست مہربان
آپ کے خیال میں آتش اول سے بس مصدر اس کا کر رہا ہوں۔

اس ایک نگاہ پہ ٹھہرا ہے فیصلہ دل کا
ادا سے ٹال دیا تو جاتا رہے گلہ دل کا

منتظر اس
العام اولی

نازنین نے قلم اٹھایا اور اسی خط کی پشت پر لکھ دیا۔

نہ چھیڑ اے نکہت باد بہاری راہ لگ اپنی   تجھے اٹکھیلیاں سوجھی ہیں ہم بیزار بیٹھے ہیں

عورت   اسے بھی نا لو ظالم ہے

نازنین   کیا نالوں آہ و زاری سے کہا ہیں کہ مجھے معاف کیجیے میری قسمت
میں جو ہونا ہے وہ ہو رہے گا۔

[illegible]

ہو کہ یہ قوت آدمیوں کی سی بات کرنی ہو۔

دل با اور دل ہی دل میں پیچ و تاب کھا رہی ہے
مگر ضبط کر کے اس کے آثار روکتی ہے جس سے غصہ کی آگ اور بھڑکتی ہے

نازنین — غلطی، تو آپ اور آپ کے ماسٹر صاحب ہیں۔

عورت — وہ تو قسمت کہاں لیے ہیں کہ سوائے دید دوسری تمنا ہو۔ اور وہ بھی عمر بھر میں ایکبار۔

نازنین — جی ہاں ایکبار۔ ایک بار جو دیکھا کر میں ہمیشہ کو گلے کا ہار بنا لوں۔ اور ایسوں کی قسموں کا بھی بس تم ہی کو یقین آتا ہوگا۔

عورت — افسوس بدگمانی سچ ہے وہ وہ کا چلا جاتا ہے کہ یہ ہوتا ہے یہی ہوتا ہے۔

ان الفاظ میں خدا جانے کیا تلوار کا اثر تھا کہ دل سراپا کاٹ کر گیا کر [illegible] نازک دل [illegible] چہرہ تمتما گیا۔ اور خشمگین آنکھوں سے شعلے نکلنے لگے۔

نازنین — بس بس زیادہ حد سے قدم مت بڑھاؤ۔ اور اگر [illegible] سر آنکھوں پر لیا ہوا کسی سے ڈر دل۔ (آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے) یہ بھی قسمت کی خوبی ہے جس نے یہ دن دکھایا (دل میں کچھ سوچ کر) اور اگر وہ ایسا ہی سمجھا لینگے تو یاد رہے کہ کوئی زور جان نہیں ہے۔ [illegible] لیکن اگر انہوں نے [illegible] دل ہی دل [illegible] بس جاؤ یہی کہہ کر

عورت نے کچھ کہنے کا ارادہ کیا مگر [illegible] لڑکی کی خشمگیں آنکھوں نے ایسا اثر ڈالا کہ بغیر ایک حرف کہے [illegible] دی۔

یہاں کچھ ایسا خیال [illegible] کہ [illegible] اندر کے کمرہ میں مسہری پر جا لیٹی ایک رومال سے آنسوؤں [illegible] کو کافی ہوا تو دوسرا بدل لیا اور

ٹھنڈے سانس بے اختیار یہہ الفاظ لیتے ہوئے نکلے۔ "ہائے حامد یہہ فراموشی ہائے
کہ اب ہماری خبر ہی نہیں لوگ زن و اسپ و شمشیر کو بیوفا بتاتے ہیں پر آپ نے تو مجکو
بھی شرمادیا۔ یہہ حال تو ہوچکا اور آیندہ جو خدا دکھائے۔ اب صرف مرنا باقی ہے
اگر اوس سے پہلے پہلے آگئے تو خیر خیر ہے ورنہ خیر انشاءاللہ مر جائے۔

بچہ اُبہلے لوٹاں مردوں مزار کیسے نئی آئی۔"

ہشتادم

اوس لب سے مل ہی جائیگا بوسہ کبھی تو ہاں
شوق اصول و ہمت رندانہ چاہیے

مس کیتھارائن کے عنایات و الطاف حبیب کے حال پر کچھ اسطرح رہنے لگی ہیں کہ وہ روز بروز زیادہ گستاخ و بیباک ہوتا جاتا ہے۔ حبیب کی چوبیس سال کی عمر ہے رنگ کا ذرا گورا اور ہاتھ پاؤں کا کرارا آدمی ہے اسے مس صاحب کی خاطر اپنے لباس موجب ماٹھا بھی رہنے لگا۔ چونکہ شروع ہی سے مزاج کا بیر اور چنچل تھا مس کے تیور تاڑ گیا کہ یہہ کلی کسی غریب کا آشیانہ ڈہونڈ رہی ہے اور عنقریب کہیں نہ کہیں گر کر ان کو بھی زمانہ کی ہوا لگ چلی تھی۔ دل میں ہزاروں ارمان [illegible] رہتے تھے پہلے تو اچھی صورت اور ابھرتے جوبن نے مائل کیا اُس پر مس کا التفات اور [illegible] کا حامد کی کج ادائی نے مس کو مبدل توکرہی دیا تھا۔ حبیب کی سوخبا [illegible] اور [illegible] دونوں پہلے تو شعلہ خاطر مس اور پہر گلے کا ہار ہوگئیں۔ ایک دن حامد کی عدم موجودگی میں مس کیتھارائن نکل پڑی اوس وقت اتفاق سے حبیب موجود تہا اور [illegible] جھٹپٹے کا وقت تہا چراغ جلنے میں دو چار منٹ کی دیر تھی مگر بنگلہ کے اور مکان کے اندر روشنی بار بریں [illegible] خاصا اندھیرا ہوگیا تھا حبیب کو مس کے آنے کا خیال تہا نہ ملنے ہی۔ مس [illegible] کر اپنے [illegible] سے باہر نکلت کیا تہا کہ ناوقت [illegible] اوس کا جیب [illegible] اندازہ کرنے میں ضرور غلطی ہوتی پڑتی تھیں اسے [illegible]

قریب سے رکھ رہا تھا ۔

مس — واہ کہاں ہوں ۔

حبیب — یہ اشعار کس کے ہیں ۔ آپ بھی ہوا کھانے ۔

مس — (مسکرا کر) آج تو بس ہوا ہی ہے ۔

حبیب — صرف آپ کی ہوا ہے ۔ ستم پہلو دوسرا خیال بھی آتا ہے

مس — (ایک انداز خاص سے) اوہو بہت اور مصالح ۔

حبیب — جی ہمارا ہر کام ہے کو ہونہہ تو اور لگتا ہے جو آپ کو منہ نہیں لگاتے اور آپ اون پر جان دیتی ہیں ۔

مس — (مسکرا کر) تو اب یہ بھی چل نکلا ہے تیرے منہ کو لگے ۔

حبیب — سچ کہتا ہوں تم ناحق اون سے اس قدر محبت کرتی ہو وہ اور ہی قسم کے آدمی ہیں ——— اچھا بیٹھو تو چلی کہاں وہ بھی اب آتے ہی ہوں گے ۔

مس — نہیں نہیں بیٹھتی ۔

حبیب — آخر کیوں اس قدر عجلت کا سبب ۔ کیا مجھ سے ناراض ہو گئیں ۔ یہ کہہ کر پہلے مس کے دونوں کندھوں پر ہاتھ رکھا اور اوس کو کرسی کی طرف دھکیل کے جلدی سے ایک ہاتھ سے کمر کو سنبھالا اور گرنے سے بچایا کہ مس کرسی پر بیٹھی ہو گئی ۔

مس عشق سے ملک ... کی طرح دونوں طرف دوڑ گئی مس نے کن انکھیوں سے مسکراتے ہوئے ایسے انداز سے حبیب کو دیکھا کہ وہ بیچارہ اور بھی زیادہ بے قرار ہو گیا ۔

مس — تو اب تو بہت ہی چل نکلا ہے ۔

حبیب — جی اگر نہ چل نکلتا تو آپ ہی یہاں سے چل نکلی تھیں ۔

حبیب ہاں مگر اپنے ہاتھ سے قتل کرنا۔

مس کیتھارائن نے دونوں ہاتھوں سے اوس کے سینہ میں گویا خنجر دینے کو چٹکی لی۔ مگر حبیب ایسا آدمی نہ تھا کہ ایسے گناہ ایسی ہزار برداشت کر سکتا اوس نے بھی دیوانہ ہاتھ بڑھائے مگر جب مس نے ہاتھ جھٹک دیا تو پہلے تو اوس کے ہاتھوں میں آہستہ سے ہونٹوں سے کاٹا اور پھر اپنا دعا سب پورا کیا۔

مس دیکھنا ہاتھ کاٹ ڈالے جائیں گے۔ حبیب نے اپنے ہاتھ مس کی کرسی پر رکھے اور آگے جھک کر اپنی گردن ڈالکر کہا کہ تم نے ہاتھ کیوں نہ کاٹا۔ مس نے دونوں ہاتھوں سے دھکیلا تو وہ اور مس ہی پر اس قدر جھک گیا کہ مس اپنے تئیں اوس سے علحدہ کرنے سے نہ بچا سکی۔

مس تو تو اب سامنے لگا دایستادہ ہوکر) ہیں اب جانے دو

حبیب (گردن میں ہاتھ ڈالکر) اچھی بیٹھو بھی۔

مس بیٹھنے سے فائدہ؟

حبیب مجھکو تو فائدہ معلوم نہ ہی

مس آخر کچھ مطلب بھی نکلے۔ وہ ہیں کیا ہے؟

حبیب میری خواہش ہو پیتے ہو وہ یہی تھا ہے دل [illegible]

مس صورت دیکھنے سے کیا حاصل۔ اخر تو مجھے دیکھ ہاری [illegible]

حبیب (دلیری) پھر کیا ہے ۔ یہ حاصل ہے (مس سے) [illegible] دل بھر کر [illegible] اتنا ہی [illegible]

[illegible]

مس اس کا [illegible] نہیں کر سکتی۔

ہی ہیں آنے کی اجازت دیجئے۔

مس   تو ابھی چلو۔

حبیب   چلو مگر یہہ یاد رہے کہ چلنا آسان نہیں پھر اس کوٹھی میں قدم رکھنا نہ ملیگا۔

مس   (حبیب کا ہاتھ پکڑ کر) ارے چل بھی دیکھا جائیگا۔

حبیب خوشی کے مارے پھولا نہیں سماتا۔ مس کے ہاتھ میں ہاتھ ہے ڈر کہ ایسی باتیں ہوتی جاتی ہیں۔ ایسا گستاخ جوان۔ نہ انجام سے ٹالدی جاتی ہیں بلکہ خندہ پیشانی سے دوبارہ اوس کی جسارت دلائی جاتی ہے۔ بے تکلفی اپنی حد سے زیادہ دلیری کرتی ہے اور انعام پاتی ہے۔

مس   پھر وہی   کچھ ہاتوں کو حل ہے۔

ہائیں۔

حبیب   کرہائے تو وا دواکرو گستاں

مس   اسکا خوب مزا چکھاؤں گی۔

حبیب   اس مزے ہی کی تو آرزو ہے۔

مس کیتھارائن اور حبیب تو اسیطرح راز و نیاز کرتے اپنے گھر کو راہی ہوئے یہاں راستہ لے آتھ سے حامد ایک مسافر دوست کے ساتھ کوٹھی میں داخل ہوئے۔

دوازدہم

ارگھامی آئی اے بستر خوبی مختار   عطر اگیں باد امن عصر افشاں تا کمر

اپریل کا مہینہ صبح کا وقت ہے ایک پائیں باغ میں عجب بہار آرہی ہے۔ دروازہ پر سلمیٰ کھڑی ہوئی ہیں۔ جس میں صبح صبح پھول کھل رہے ہیں

کھلے رہتے ہیں [illegible] وسط میں ایک خوبصورت چھوٹی سی نہر [illegible] سرخ کی
بارہ دری کی [illegible] ہوا گذرتی ہے نہر کے دونوں طرف سرو کے خوشنما درخت
کھڑے ہیں [illegible] پر [illegible] ہیں ڈالیاں پھولوں اور پھلوں کے
بوجھ سے جھوم رہی ہیں [illegible] بارہ دری [illegible] ایک [illegible] حوض میں رنگا رنگ کی
مچھلیاں تیر رہی ہیں [illegible] خوشگوار ہوا آ رہی ہے [illegible] چل رہی ہے پھولوں کی بھینی بھینی
[illegible] دماغ کو [illegible] ہے

حوض کے کنارے [illegible] ہیں ایک [illegible] اور دوسری [illegible]
ایک [illegible] شخص [illegible] کی [illegible]
ڈاڑھی لمبی لمبی مونچھیں [illegible]
[illegible]
[illegible] آدمی [illegible]
بار بار دروازہ کی [illegible] انہیں دروازہ
کی طرف [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

اور رنگ فق بدن تھراتے ہوئے کہ دو قدم آگے رکھتی ہی ہے کہ پاؤں لڑکھڑا سے
جاتے ہیں سامنے نظر اٹھا لی ہی کہ آنکھیں چار ہو گئی تھیں۔

اوس کے آتے ہی باغ میں چہرا دے عالم ہوا کہ گویا قدرت کے ہاتھ اوس
سجا کر لائے ہیں کہ سرو اوس بادشاہ سر کی اون آنکھوں سے گلی اور جسا سدن [illegible]
سامنے والے شخص کا ایک سکتے کا سا عالم ہے گویا بجلی گری اور حواس باختہ
کر گئی۔ ہاتھوں میں جنبش ہے نہ بدن میں حرکت۔ ہاں وہ عالم تھا رہا کہ غیب
کو یا کسی صناع نے موم کی صورتیں بنا کر کھڑی کر دی ہیں جو ہوا سے کچھ حرکت کرتی ہیں
سے ہیں اور حرکت تو ان میں ممکن ہی نہیں [illegible]

بداں ماند کہ ہم [illegible] نقش [illegible] نقش [illegible]

خادمہ نے انور کے کندھے پر ہاتھ رکھ کے ڈگمگاتے قدموں کو چلنے میں سہارا
دیا۔ جوں جوں یہ دونوں تصویریں قریب ہوتی جاتی ہیں ایک کی بے تابی اور دوسرے کی
حیرت زیادہ ہوتی جاتی ہے۔ آخر زیادہ طاقت ضبط کی [illegible] آگے بڑھ کے پاؤں کی

ماما (کرسی کھسکا کر) اچھا بہن [illegible] بیٹھیے

نازنین ذرا ٹھہریے [illegible] بالکل نئی دلہن بن کے آئی ہوں۔ اگر
ذرا خلاف کوئی امر ہوا تو [illegible] ہی اُن کے لیے بہتر ہوگا۔

ماما لو یہ موئی ہم کو [illegible] (اوس شخص سے) مسٹر صاحب [illegible]
یہاں کا رضامند یا ناراض کرنا آپ کا کام ہے لو [illegible]

مسٹر [illegible] آئی [illegible]

عطر آگیں تا بدامن [illegible] احسان تا کمر

نازنین۔ یہ جو اپنے [illegible] کرسی کے برابر گردن جھکائے کھڑی ہے پیشانی پر ہلکا ہلکا پسینہ
آرہا ہے جو کبھی کبھی [illegible] رومال سے [illegible]
خدا جانے [illegible] اگر [illegible] ہوا میں [illegible] جاتی ہیں۔

خادمہ بیوی بیٹھو آخر کب تک کھڑی رہو گی۔

مسٹر — (دل میں) ز فرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم — کرشمہ دامن دل میکشد
کہ جا اینجاست (نازنین سے) تشریف رکھئے۔ شاید آپ میری اس جسارت سے ناراض
ہوں مگر اس اشتیاق کا مارا ہوں جس نے یہ دن دکھایا۔

نازنین — میرے ستانے سے کیا کچھ ثواب ہونا ہے

مسٹر — واللہ یہ بات نہیں۔ یہ الٹی شکایت الٹا سے کیجئے کس نے زیادہ ستایا

نازنین — آپ تو قابل داد آدمی ہیں۔ ارشاد کو خود زیادہ پہچان سکتے ہیں
ں آپ کی بدولت خانہ ویران ہوئی در بدر پریشان ہوئی (آنسو ڈبڈبا آئے) اور ظالم ابھی تک
پیچھا نہیں چھوڑا۔

مسٹر — یہ غضب تو آپ کے شبہات نے ڈھایا

نازنین — بجا ہے آپ کی کونسی بات قابل اطمینان رہ گئی ہی [illegible] بھی
پورا اسامان۔

مسٹر — اللہ رے [illegible] یہ غضب [illegible] ظالم اگر صورت کی طرح
دل بھی رحم والا ہوتا تو ہم لاجواب آدمی ہیں۔

نازنین — کاش آپ کے پاکیزہ الفاظ میں [illegible] کا اثر ہوتا تو کیوں
میں ــــــــــــ

مسٹر — (دل میں) جب تک میں نے ابھی [illegible] کے اظہار کے لئے
اپنے کو [illegible] — گر بیائے آگہہ بود [illegible] ہمدل ما تو بگو [illegible] چہ بگو ہم
[illegible] دل [illegible] تو بیائی۔

نازنین — جو کچھ ہو چکی اسے فرمائیے

مسٹر — کہوں جو حال تو کہتی ہو مدعا کہئے — تمہیں کہو کہ جو تم یوں کہو تو کیا کہئے۔

نازنین — اچھا کچھ نہ کہئے۔

مسٹر — ہائے ظالم اس قدر جلدی دل سے پھر گئی۔

نازنین — میں خاتی ہوں جو آپ کہیں گے۔

مسٹر — آتش رو ماست جانان دل تو ہم از دل خویش پرس حال دل ما

نازنین — بہت سچ کہتے ہیں - ہاں مگر -

مسٹر — ان کی کیا ضرورت ہے -

ظلم سے دل کی دلداری نہ کر دی - عمر ادی وفا داری نہ کر دی

نازنین — اپنے ہی دل سے فرصت نہیں ملی -

مسٹر — یہ تو میرا ضمیر ہے -

نازنین — مگر کچھ ہی ہو — سیٹھ صاحب آپ نے جو کچھ کیا ہے اس کی شکایت
نہیں آتی - اگر آپ میرے حال سے تعرض نہ کریں تو آپ کی عنایت ہوگی -

مسٹر — میں نے جو کچھ کیا عالم الغیب جانتا ہے اور میں پہلے کہہ چکا ہے
میں تو کہہ چکا ہوں کہ وہ سب بات ہے البتہ آپ کی صد سے صد دلائی تھی مگر افسوس ہے
کہ اس میں ہی آپ کو کامیابی حاصل ہوئی میرا دل نہیں مانتا کہ آپ کو اس حالت میں
دیکھوں افسوس آپ کو کیونکر گوارا کرتی ہیں کہ مجھے ایسی زدہ حالت میں دیکھیں -

نازنین — یہ تو بڑا سوال ہے اور اسکا جواب بھی جدا ہے اسکے کارخانہ محبت ہیں
اور اس کی قدر سے کے اروں میں کسی کو دخل نہیں -

مسٹر — ہم تو اس دل کی جدا ہو باقی بہانہ -

نازنین — ہر شخص دوسرے کی نسبت ایسا ہی خیال کرتا ہے مگر یہ البتہ وہ
محمود ہے - کوئی کسی امر میں اعتبار حاصل نہ ہو مگر چاہتا ہے قدرتی طور پر ہوتا ہے اسکے ہی تو
انسان کے اختیار میں نہیں کر دیا - ہے -

مسٹر — کہ جیں ہے غم دل اوس کو سنائے نہ بنے
کیا بنے بات جہاں بات بنائے نہ بنے
افسوس تو اپنے کو نصیب ہو رہا اور اسی جان کو روگ لگا ہوا

نازنین — اچھا تو اب تشریف لے جائیے -

مسٹر کے دل پر گویا یہ الفاظ بجلی کا اثر کر گئے لیوں اچھلنے لگا اور دل پر درد سے

ابھی وہ جا رہی تھی کہ مارس الو رکھی غائب ہو گئی۔

اس کا [illegible] سر اسد مال میں وہ کہہ اٹھیں کہ مسٹر [illegible] پیار آ۔ سے آہستہ

روانگی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور رو رہی تھی ایسا ہوا کہ بڑی دیر تک

لبوں پر مہر لگی رہی۔ آنکھیں ملتی رہیں اور باقی اللہ میاں کر دی ہیں

[illegible] اس کا [illegible] ہوٹی

[illegible] آخر لہ [illegible] اکٹھا کی لی اسکو سنبھالی اٹھی اور فی امان اللہ

کہہ کر [illegible] وہ گیا۔

مسٹر [illegible] دل کا تو [illegible] چکا تھا [illegible] دل ہی ہو گیا آرزو میں

[illegible] سچ کہتا ہوں میری۔ ہم نہیں جانتے کوئی [illegible] گڑ رو سکتے ہیں

دم کیجیا۔ [illegible] کا [illegible] ہو جائے۔

مارس [illegible] آواز [illegible] جان بھی [illegible]

مسٹر میں [illegible] کیا [illegible]

آ [illegible] ہوں جو [illegible] خود ہی مر [illegible]

[illegible] اٹھا [illegible] صاحب سمجھ لیجئے

آ [illegible] مارس [illegible]

[illegible] میرا کوئی حساب نہیں [illegible] کہتی ہوں کہ مجھے

[illegible]

مسٹر معاف کیجئے [illegible]

[illegible] آباد [illegible] دل ہو گیا [illegible]

[illegible] حاصل کر سکتا ہوں تو مجھے [illegible]

مارس [illegible]

مسٹر صاحب نے [illegible] کو اشارہ کیا [illegible] اور [illegible]

[illegible] اٹھایا [illegible] دروازہ [illegible]

آواز آئی مڑ کر دیکھا تو سرد زرباب سے کوشش تھا ۔ انسو ضبط ہو سکا نازنین
خود دوڑی ہی دوڑ کر آئی تھا ما ۔ بیساختہ گلے سے لگ کر روئی اور اپنے رومال سے چہرا
دینے لگی ۔ مگر پھر جدا جا سے کیا خیال آیا کر اوسی حالت میں چھوڑ ماما کو تاکید کی
کہ یہیں رہے ۔ اور سر گھری کا رکھے اور خود پالکی میں بیٹھ یہہ جا وہ جا یہاں
سے ہوش آیا تو نہ دل میں تاب تھی ۔ ہاتھ پیروں میں طاقت ۔ مشکل سے سنبھالا اور
پیدا اسمانہ کی راہ لی دل میں کہتا تھا کہ یہہ ملاقات ۔ ہی قضا کا بہانہ تھا اسی بہانہ موت
آنا تھا ۔ مگر کہاں اب تو زندہ ہوں اگرچہ مردوں سے بدتر ۔ مرتا تو اس الم کی
وجہ ہو جاتا ۔ یہہ صدمہ کہ آج نہ آئے اور آئے بھی نہ رہے ۔ قضا سے شکوہ
ہم کو تو رہے گا ۔ ادہر یہہ ادہیڑ بُن تھی کہ قضا نے للکارا کہ اچھا آج ہی
آ ۔ ابے ہمارے پاس آ ۔ قدم پیدا اسمانہ میں رکھا ہی تھا کہ کسی نے پوچھا انعام اللہ
ارے کہاں ہیں ۔ مڑ کر دیکھا تو ایک اجنبی شخص سر لئے ناک ... وضع میں ظاہر ہو
... سے شگفتہ مزاجی پر مائل کیا ۔

انعام اللہ نہیں ہوسکے ۔

اجنبی ذرا آپ اون کو تھک تک بلا دیں ۔

انعام اللہ میں ایسا کرتا ہوں کہ وہ میرے بلانے سے کبھی نہ آئیں گے

اجنبی آپ اون سے واقف ہیں ۔

انعام اللہ میں اون سے ایسا ہی واقف ہوں جیسا کہ اپنے سے ۔

اجنبی تو پھر کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ وہ آپ کے بلانے سے
نہ آئیں یا آپ کی بات کا جواب نہ دیں ۔

انعام اللہ مجھے یاد نہیں کہ انہوں نے کبھی میری بات کا جواب دیا ہو

اجنبی آپ کی اون کی کلام دعا کب سے ہے ۔

انعام اللہ کبھی نہ ہوئی ہی ... ۔

اجنبی تو شاید آپ میں اور اون میں کچھ فرق ہے ۔

انعام اللہ — پہلو تا عارضہ ... تاہم ... کی بات سے کہا جاتا ہے کہ
ایک جان اور دو قالب ہیں میں کہتا ہوں کہ میں اور وہ ایک جان اور ایک ہی قالب ہیں

اجنبی — اگر میں اور آپ یہاں نہیں آ سکتا تو مجھے جلدی واپس جانا چاہئے

انعام اللہ — آپ اس بات جب تک کہ اپنا مطلب مجھ سے نہ کہیں –

اجنبی — میں آپ سے نہیں کہہ سکتا –

انعام اللہ — تو وہ آپ کو جانے نہ دیں گے ... – اجنبی رقص کرتے ہیں
داخل ہوا ... ساتھ ہی دوسرے دروازے سے انعام اللہ باہر سٹر اندر گئے – ایک
لمحہ نہ گذرا تھا کہ ایک آواز ہاتھ ظالم کا فقرہ کیا کی سنائی دی جس سے تمام لوگوں کو
سہما ہوا اندر داخل ہوئے تو سر سٹر کو پڑا ہوا پایا اجنبی نے بھاگنا چاہا کہ
بعض نے اس کو پکڑ لیا اور بعض سر سٹر کی مرہم پٹی وغیرہ میں لگ رہا تھا اتنا رہ وار (؟)
میں مصروف ہوئے کہ ایک ڈاکٹر کو لینے دوڑا اجنبی شخص کو ... پولیس کے
حوالہ کر دینے لے چلے –

سر سٹر — شکر ہے خدا کا ... ہوا علاج ... –
... شکر ... پاک ... –

اجنبی — رو داد ... پیاری ... ظالم ...
اس نے ... تھا ... کہ ... یہاں ... میری
ماں ... – ... عشق ... شد ...

تو ... سا ... اقرار ...

سر سٹر — اس جہاں ... کسی ... اسرار ... –
... اس ... کو ... اور ...

ابتداء

پھر احمد کو قاتل سے کوئی ... لگے ... سال ... کا راستہ میں ... کا
حامد اپنی کوٹھی میں ... اور وہاں ... کر ... –

اکرم: بہتر ہے مگر موجودہ صورت تو کچھ تشفی بخش ہے ہی نہیں

حامد: کیسی باتیں کرتے ہو میاں سلسلہ عمدہ ہے کوئی دن دیکھنا۔

اکرم: بہت اچھا میں انکار تھوڑا ہی کرتا ہوں۔ پھر کل اوسا رہ چل سکیں گے شام کو توقع نہیں۔ ہماری گاڑی کام کی نہ رہی اوس پر سائیس بیمار۔

حامد: مرگاڑی کا بندوبست ہو جائیگا۔ مگر آدمی کی قلت سے بڑا اسالا جب سے صاحب گیا کوئی ڈھنگ کا آدمی ملتا ہی نہیں۔

اکرم: وہی کون سا ڈھنگ کا تھا۔ آخر آپ کا کیا لے گیا۔

حامد: میری گھڑی ایک تو نہیں ملتی دوسرے دو نوٹ ملنا ابھی بس جلدی میں رکھکر چلا گیا تھا وہ غائب ہیں۔ غرض صرف میں سو کا نقصان ہے سستے چھوٹے

اکرم: خوب یہ کچھ قیمت ہی نہیں۔

حامد: بالکل قیمت نہیں۔ ورنہ اس سے زیادہ حرجانہ کا نوٹس سوچتا تھا

اکرم: اُسکی تو عجیب افواہ ہے وہ کوئی مس صاحب نہیں۔

حامد: لاحول ولا قوۃ تمنے کس کا ذکر کیا۔ اوسی کمبخت نے تو مجھے بدنام کیا اچھا ہوا بھاگ گئی۔ خس کم جہاں پاک۔

اکرم: آخر وہ تھی کون؟

حامد: مجھے کیا خبر۔ تم کو اس کی کیا کرید لگی ہے دور کرو قصہ کو۔

اکرم: (ورق الٹ کر) جج صاحب کے انتقال کی تو آپ کو خبر ملی ہوگی۔ خط پڑھا تھا نا؟

حامد: ہاں بھائی مجھے بہت افسوس ہوا اول تو قاضی محمد احسن صاحب ہی کے انتقال سے کیا کچھ صدمہ نہ ہوا تھا اور اب تو گویا گھر ہی ویران ہو گیا۔

اکرم: وہ تو بیچارے [illegible] سے ہی ہو گیا تھا۔

حامد: ہاں سچ ہے مگر اسکے انتقال میں ایک عجیب وحشتناک صورت

دن کو ایک خون ہو گیا۔

اکرم: کہئے کیا واقعہ ہے؟

حامد: معلوم ہی نہیں ہوتا شاید اخبار [illegible] اخبار دیکھ رہا ہوں کون کیا لکھتا ہے؟ [illegible] تھا [illegible] ہیں تو کسی سے واقف ہو

اکرم: (اخبار دیکھ کر) [illegible] ان سے زیادہ واقف ہوں۔

حامد: یہ معلوم ہے باعث عداوت کیا تھا۔

اکرم: وہی زن - زمین - زر میں سے ایک [illegible]

حامد: یہ تو میں بھی جانتا ہوں ان تین میں سے باعث کون سا؟

اکرم: زن [illegible] آپ نے اکثر سنا ہوگا کہ قاتل نے کیا کہا تھا

محرم عشق تو ام [illegible] غوغائیست

تو سر برسر بام آ کہ خوش تماشائیست

مجھے [illegible] معلوم ہے اور اس کا [illegible] صاحب [illegible]
ہاں سے ہی ہے۔

ملازم: صاحب مولوی رحمت علی صاحب تشریف لائے ہیں۔

حامد: لاحول ولا قوۃ کس وقت آئے ہیں۔ اچھا بلا لو

اکرم: اسے کمرہ میں بٹھائے گا۔

[illegible]

[illegible] مالک [illegible]

[illegible] گاہ [illegible]

[illegible] اور آج [illegible]

[illegible] دل میں [illegible] لیا آج [illegible]

نہ شام ہوگی - کچھ بھی ہو میں تو صبح ہی دلی روانہ ہوتا ہوں - افسوس ہے میں نے ایسی
غفلت کی کہ اوس سے ایسی بے رخی کی اور مجھ سے بے خبر ہے لیکن میں کیا ادا کرونگا -
میری تو اوس سے ہزار آنکھیں بھی نہ ہو سکیں گی - ہائے کہیں چار آنکھیں
ہوں تو پھر - خدایا یہ دن تو دکھا دے - پھر تو سارے دکھ مٹ گئے - خدا جانے اسوقت
کہاں ہوگی اور کس حال میں ہوگی - میری پیاری اور - جبتک میں خط اوس کو نہ لکھوں
ظالم کبھی خط تو بھیجا ہوتا - ہائے اگر اندر سے دل ادھر آتا تیرے حوصلہ پر کہ خود دیتی ہی
نہ لی - سچ ہی اس نے تو میرے دل کی چیخیں لیتی ہیں - یا اللہ جلد صبح ہو اور میں روانہ
ہوں - یہاں سے جاتے نوکری سے استعفیٰ لی لوں پس استعفیٰ داخل کر دونگا -
بعد ما نہ بتی است دل صبح کہ دست - اگر صبح با سعادت تنہائی را - لاؤ درخواست
رخصت تو لکھ رکھوں کیونکہ اسمیں وقت لگیگا -

درخواست لکھ کر تاش کی گھنٹی میں دیکھا تو بارہ بجکر کچھ منٹ گزر رہے تھے -

حامد: یہاں آؤ حیدر علی حیدر علی - (زور سے) حیدر علی
بس سو گئے اٹھو حیدر علی -

حیدر علی: (دوڑتے ہوئے آکر) سرکار کیا ہے ارشاد

حامد: دیکھو اکرم سوتے ہیں یا جاگتے ہیں؟ اگر سوتے ہوں تو آہستہ سے
جگا کر یہاں بلا دو - کچھ کام ہے -

حیدر علی اکرم کے کمرہ میں گیا - حامد اپنے کمرہ میں ٹہلتا رہا کہ اتنے میں اکرم آنکھیں ملتے آگئے

اکرم: ائی حضرت یہ وقت یاد فرمائی - آج مزاج کیسا ہے اچھا رہے
تو آج آپ پر مجبور ادا اثر لگا -

حامد: اللہ کا ارادہ انسان کے ارادوں پر غالب ہے - کل جو کام
کرنے سوچے تھے - اس وقت مجھے اوس کو دو ہفتہ کے واسطے ملتوی رکھنا ہوتا
آپ یہاں اطمینان رہیں میں آج سے پورے چودہ روز بعد آ ملونگا -

اکرم: الہی خیر - کیا کہیں آپ جاتے ہیں -

حامد — ہاں دلی۔ (ملازم سے) اسباب باندھو صرف بستر اور بکس اور روز مرہ کے پہننے کے کپڑے لیلو اور بس۔

اکرم — اس قدر عجلت کا آخر باعث۔

حامد — باعث سفر سے آنیکے بعد معلوم ہوگا۔ اس وقت اتنا کہدینا کافی ہے کہ میرا بھی اس اخبار کی خبر میں حصہ ہے اور بہت بڑا حصہ۔

اکرم — میری رائے میں تو اس قدر عجلت خلاف دانشمندی ہے۔

حامد — ہاں دانشمندی پر لعنت بھیجتے ہیں۔ اچھا آپ جاکر سو رہیں میں ضرور جاؤنگا اب حامد رکنے والا نہیں۔

[illegible] — منظر دوم

ہے ہمیں سونگھنی نکہت گل جاکے باغ میں
بس کب تک التجائے نسیم سحر کریں۔

رات کا وقت ہے دہلی دروازہ کے باہر احاطہ [illegible] میں لیٹنے والوں کے مزار و مقبروں کی روشنی سے چمک رہا ہے اس سفید چاندنی میں گنبدوں کی ہر بادل عجب بہار دکھا رہی ہے۔ اور چونکہ سنسانی کا عالم ہے وحشت کی طبع لوگوں کے دل ہلانے کے واسطے اچھا منظر ہے۔ کہیں ہرے بھرے ٹیلے نظر آتے ہیں ان پر جو درد و دوں کی ڈالیاں رنگ رنگ کے پھولوں سے مزین ہو کر گویا خوشنما ہار تو ہالہ ان ساقی کی گردن میں پڑے ہیں۔ کہیں کہیں مکسوں کے مزار سرکنڈے نازک نازک پودے اور ہر یاول اگ رہی ہے۔ غرض یاں حال سے کہہ رہے ہیں کہ ہم بے برگ و نوا کے مزار مرا۔
کہ قبر پوستی غریباں ہیں گیاہ بس است

ارے عالم یہ اور پھر کوئی نظر نہیں آتا۔ ہاں خدا جانے بیاری الوز کے [illegible] ہاں سے کہ تین ہاں کے میدان میں ہو رہی ہے جس کی بیری

سامنے [illegible] میں [illegible] آتشیں رخسار دوان پہ پڑتی ہیں تو دن کا
جھلملاہٹ درجہ نظر آتی ہے کہ آنکھیں جھپکا جاتی ہیں اور دور سے دیکھو تو ایسا معلوم
ہوتا ہے کہ کوئی ستارہ زمین پہ [illegible] اندر باہر کو [illegible] ملاحظہ کی اجازت مل گئی
اس وقت قدرت کا دلفریب نظارہ موسم کی بہار سے ملا ہوا کامل اور بہت عالی دکھا ہے
اٹھارہ دان سال [illegible] آخر [illegible] موسم بہار ہے ۔ ملک ہندستانی ہے اقبال
اور سعادت کی [illegible] عصمت جلال برس رہا ہے [illegible] ان
قدم رفتار قیامت کی بالیں [illegible] کہ انسان سے دل اور دل سے صبر چھین لیتا ہے
اس وقت جونکہ رات نے پردہ ڈال رکھا ہے مقام کی تنہائی نے دلکشی بڑھا دی ہے تو
عجب بے تکلفی کا عالم ہے سر کھلا ہے بنارسی دوپٹہ کندھوں پر پڑا ہے پھول جا کر
میں لگے ہیں ہاتھ میں [illegible] آہستہ چل قدمی ہو رہی ہے دو چار قدم چل کر ایک بڑا مقام
آتا ہے جو کسی شخص کا باغیچہ معلوم ہوتا ہے بلا درختوں کی ڈالیاں مخالفت کرتی ہیں کہ
ماہتاب کی شعاعیں اس بے نقاب چہرہ پہ پڑیں لیکن پھر بھی مشتاق شعاعیں جدو
جہد کرکے پتوں میں راستہ کر ہی لیتی ہیں ۔ بلا درختوں کے نیچے چھوٹے چھوٹے پھول
گردن جھکائے اپنے خوشنما پھول پیش کر رہے ہیں کہیں گلاب کی ڈالیاں ہوا میں
ہل ہل کر اپنی خوشبو سے گلاب پاشی کر رہی ہیں ۔ اس بھینی بھینی خوشبو نے رفتار میں
کچھ اور ہی مستانہ ادا پیدا کر دی ہے ۔ تھوڑی دور چل کر ایک سنگ مرمر کی قبر
نظر آتی ہے جس پر سبز چادر پڑی ہے اور سرہانے پھول رکھے ہیں قبر کے چاروں
طرف موتیا کے پودے لگائے گئے ہیں ۔ نازک نازک ہاتھ فاتحہ کے واسطے اٹھے
اور بڑی دیر تک دعا مغفرت کرتی رہی ۔ فاتحہ کے اختتام پر نازنین [illegible]
پر بیٹھ گئی اور آنکھوں سے قطرات [illegible] موتیوں کی طرح گالوں پر [illegible]
سامنے ایک [illegible] آکر سلام کیا اور کہنے لگی کہ بیوی لینا
[illegible] اٹھارہ [illegible] اختر بیگم صاحبہ کی [illegible]

نصب کرے یہ سب اُن کی برکت ہے ورنہ میرا کیا منہ تھا کہ ایسی خوبصورت وضع بناتی اور اللہ نے چاہا تو اگلے سال دیکھنا ۔

نازنین (پانچ روپیہ بطور انعام دیکر) ہاں بیشک تو بڑی محنت کرتی ہے

مالن (سلام کرکے) یہ آپ کی قدر دانی ہے اللہ دونوں جہان میں چین دے سیدھے اُن کیاریوں کو بھی ملاحظہ فرمائیے ۔

نازنین اچھا چلو ۔

یہ انور کی والدہ سیدالنسا بیگم کا مزار ہے نازنین نے اردگرد کی زمین خرید کر باغیچہ لگایا ہے تاکہ کبھی سیر سے دل بہلائے ۔

مزار بیچ میں واقع ہے چاروں طرف چار مثلث نما کیاریاں ہیں کیاریوں کے حدود پر بجری کے تین تین فٹ چوڑے راستہ ہیں۔ مثلث کے قاعدوں پر چار اور مربع کیاریاں بنائی گئی ہیں جنہیں تمام خوشنما پھولوں کے درخت ہیں اس قطعہ کے گرد بڑے بڑے میوہ دار درخت ہیں جو زمین پر سایہ کئے ہوئے ہیں ۔

نازنین اور مالن کے ساتھ اچھی اور تمام قطعہ کا ایک چکر لگایا ۔ ماں کی یاد اور وقت و مقام کی تاثیر نے طبیعت پر ایک عجیب کیفیت پیدا کی کہ بڑی دیر تک وہیں پھرا کی ۔

نازنین (مالن سے) تو جا اور کہاروں سے کہدے کہ میں ابھی آئی جاتی وہ اپنے کھانے پینے کا بندوبست کرلیں ۔ یہاں نہیں وہ درگاہ کے پرے دروازہ پر ہونگے

مالن تو ادھر گئی نازنین ادھر اُدھر ٹہلنے لگی سیر کرتے کرتے باغیچے کے باہر چلی گئی ۔ سڑک پر صاف چاندنی کھل رہی تھی جس میں تھوڑے فاصلہ پر ایک سفید سی خوشنما عمارت دکھائی دی ۔

دل میں آیا کہ اس عمارت کی سیر کرے آگے قدم بڑھائے مگر دور معلوم ہوا ۔ پہلا ارادہ تو ملتوی کیا مگر سنسانی کے عالم میں چاندنی کی بہار ایسی بھائی کہ وہیں کھڑی آسمان و زمین کو تکنے لگی ۔ تنہائی کے عالم میں پچھلے خیالات نے دل کو گھیر لیا ۔ ٹھنڈی

ٹھنڈی سانسیں ہونٹوں کو لیتے ہوئے نکلے آنکھیں آسمان کی طرف اٹھیں - اور کچھ
چپکے ہی چپکے التجا کر کے پھر آئیں - آخرکار ضبط کا یارا نہ رہا - اور ہونٹوں کی جنبش نے
کسی بچھڑے ہوئے کی یاد کا اظہار کیا - حامد خدا جانے تم کہاں ہو اور میں کہاں - اگر بھول
گئے تو تمہاری خوشی مگر تمہاری یاد اس دل سے دل کے ساتھ جائے تو جائے کاش اس وقت
تمہاری صورت نظر آتی تو اس منظر کی خوبی اور دوبالا ہو جاتی ؎

به لبم رسیده جانم تو بیا که زنده مانم　　پس ازان که من نمانم بچه کار خواهی آمد

یہ الفاظ ابھی پورے زبان سے ادا نہ ہوئے تھے کہ پشت کے پیچھے کسی کی
آہٹ معلوم ہوئی - دل پر خوف چھا گیا اور آنکھیں نہایت اضطراب سے اس بھید کو
معلوم کرنے کو تھیں تو سامنے حامد کی صورت نظر آئی - تھوڑی دیر تک سکتہ کا سا
عالم رہا اور ایک کی بھی زبان سے کوئی لفظ نہ نکل سکا دونوں آمنے سامنے کھڑے ایک
دوسرے کی شکل حیرت و استعجاب سے تک رہے ہیں کبھی شوق کا تقاضا ہوتا ہے کہ دل
کھول کر ملئے کبھی شرم مانع ہوتی ہے کہ مدتوں کے بچھڑے اب کیا تعلق رہا - دلوں کا
اضطراب آنکھوں سے آنسو بہا کر کلفت دور ہونے لگا - دونوں کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ
آنسو گر رہے ہیں - لیکن لبوں پر مہر سکوت لگی ہے - تھوڑی دیر یہی عالم رہا تو
حامد سے نہ رہا گیا اس نے اپنے ہاتھ نازنین کی طرف بڑھائے مگر ہاتھ کانپے اور
بمشکل ان آنکھوں سے آنسو پونچھ سکے - اس حرکت نے اور آگ لگائی کہ دونوں کی
آنکھیں اور بھی زیادہ اشکبار ہو گئیں نازنین کے قدم لڑکھڑانے لگے - اور
وہ گرنے ہی کو تھی کہ حامد نے سنبھالا - اس کے دونوں ہاتھ نازنین کی کمر میں نازنین
کا ایک ہاتھ حامد کے کندھے پر - مگر فوراً کچھ خیال آیا کہ یا حیا دل یا لڑکی بالکل ہاتھ
چھڑا کر زمین پر ہو بیٹھی - حامد بھی وہیں فرش خاک پر بیٹھ گیا ایک نے دوسرے کو
الفت کی نظر سے دیکھا اور ساتھ ہی کچھ مسرت بھرے خیال نے چہرہ پر شگفتگی پیدا کی

حامد　　الحمد للہ کہ آج یہ صورت پھر دکھائی دی

انور　　شکر ہے آپ کو صورت دکھانے کا خیال آیا -

حامد — [illegible]

انور — جب آپ ہی نے خبر نہ لی تو خیر سنئے فرمائیے ۔
آج آپ کہاں بھولا بھٹکا ۔ خدا جانے [illegible]

حامد — نہ خواب سے یہ نہ خیال آ سکا تھا کہ شوق ۔

انور — میرا حق کہ شوق آگرا [illegible] انتظار انتہا کیا آپ حیدرآباد رہے ہیں

حامد — یہ بتانا تو مشکل ہے کہ وہاں کن کن نے سہا اور کس کس نے آپ کی یاد نے نہیں ستایا ۔

نازنین انور — ستایا ہو یا نہ ہو میں کوئی شکایت نہیں کرتی ہوں ۔

حامد — یہ تو میرے واسطے زیادہ افسوس کی بات ہے کاش آپ شکایت کرتیں

انور — نہیں تو آپ یہ خیال نہ کیجئے کہ مجھے الفت نہیں [illegible] کی
کیا بات رہی اس محبت سے مجھے رسوا کیا اور بدنام کیا اور دونوں گئے

حامد — یہی خبر تو کشاں کشاں لائی ۔
شاید آپ کو یقین نہ آئے مگر میرے اشتیاق کی حکایت آپ کو معلوم ہے بیان سے
کم ہیں ۔ مجھے آپ کی رہائی کل حال معلوم ہو چکا ہے ۔
اب فرمائیے کہ کیا ارادہ ہے کیا یہیں صبح ہو گی ۔ ؟

انور — جب شام فراق کی صبح ہو گئی تو [illegible] بہتر ہے

حامد — خیر پھر یہ چلا جائے

انور — بسم اللہ

حامد — میں تو ہوٹل میں ٹھہرا ہوں اب آپ بھی وہیں چلیں ۔

انور — یہ کیوں ؟ گھر چلئے کہ گھر آپ [illegible] ہو ۔

حامد — ہرگز گھر تو میں نہ جاؤں گا جب تک کہ یقین ۔ ہو کہ میری ...
کے واسطے میری ہے ۔

انور — (دلہن) آگئی خبر [illegible] (حامد سے نہایت شرمیلی آواز سے)

یہہ تو روز ازل مین فیصلہ ہوچکا ہے
حماد کا چہرہ خوشی اور مسرت سے چمکنے لگا اوسنے نازنین
انور کا ہاتھ اپنے ہاتھ مین لیا گاڑی بان کو آواز دی اور دونو سوار
ہوکر چلدیئے ۔

خاتمہ

داستانِ سخن میرسد از دل بہ لبِ ما　　عشق ہست کہ ربستہ زبانِ ادبِ ما

عشق کی کہانی اور سجاد کی زبانی۔ درد انگیز واقعات دردمند طبیعت سے نکلتے تھے اور موثر دلوں پر نشتر کیطرح چبھتے تھے۔ آہ زمانہ ایک حالت پر نہیں رہنے دیتا۔ اب نہ وہ دن ہیں نہ وہ راتیں پھر وہ دلچسپی دلفریب باتیں کہاں۔ ذوق وشوق کے دفتر الٹ گئے جوش وخروش کی طغیانیاں مٹ گئیں۔ بہار کے ساتھ ساتھ خزان آئی اور امیدون کے باغ میں جھاڑو پھر گئی۔ اب اگر کچھہ باقی ہے تو اوس زمانہ کی یادگار اور افسوس اور حسرت بڑھانے اور جگر کو خون کرنیوالی۔ پھر بھلا فسانہ نگاری کا دماغ کسے اور ناول نویسی کے ہوش کہان۔ یہہ آخری فسانہ ہے جو اسے شوق سے لکھا ہے اور دوستون کی خاطر سے شایع کرتا ہون۔ مجھہ ناقابل مین اتنی قابلیت کہان کہ تصنیف وتالیف کی جرأت کرون۔ مگر جو کچھہ کیا اوس سے مطلب دوستون کا دل بہلانا اور لطف صحبت بڑھانا تھا۔ نہ لیاقت جتانا۔

گلستانِ سخن کے گلچینو! تم جانتے ہو کہ اب وہ زمانہ نہیں کہ طوطے مینا کی زبانی کہانیان کہین اور بعید از عقل و دور از قیاس واقعات پر قصہ کا طومار باندہین۔ زمانہ کا رنگ دوسرا ہے۔ مغربی تعلیم نے طبیعتوں کو حقیقت اور سچ کے رنگ مین رنگا ہے۔ خیالات بدل گئے اور بدلتے جاتے ہین اب ہر امر کی بنا کسی نہ کسی حکمت پر ہے چنانچہ فسانہ بھی تاریخ کا ہمرنگ ہو گیا ہے اور روز افزون ترقی ہے کہ تاریخ مین فلسفی واقعات

اوسمین وہی واقعات ظہور مین آئے ہون مگر ویسے ہی حوادثات واقع
ہوسکتے رہتے ہین۔ علاوہ ازین ناول سے اوس ملک کے باشندون
کے عادات۔ خیالات چال وچلن رسم و رواج۔ معاشرت۔ تمدن
کا حال اچھی طرح واقفی معلوم ہوتا ہے۔ اگرچہ فرضی مثال مین ہو۔
کسی ملک کے مختلف قومون اور فرقون یا مختلف درجہ کی باشندون
کے حالات مین باتون کا اظہار ناول سے بہتر ملے گا۔ گویا ملک کے تاریخی
فیکٹ (واقعات نفس الامری) کو دلچسپی کا جامہ پہنا کر انکھون کے سامنے
لاد کہا دیتے ہین۔ اور چونکہ ان واقعات مین حقیقت کی بو ہوتی ہے اور
انسان کے دلی جذبات کا اظہار کیا جاتا ہے لہذا ناول مختلف قسم کے
اشخاص کے دلون کا آئینہ ہے اور صاحبان بصیرت کے واسطے عمدہ
سبق آموز ہے۔
زمانہ کی نیرنگیاں حصول مراد کی مشکلین۔ اولوالعزم اور بلند ہمت
خیالات۔ بے سروسامانی کے مصائب امیدون کی خوشیان۔ یاس
اور حرمان۔ اظہار کمال ذاتی۔ بیان [illegible] اور ضبط۔ [illegible] اور
خودداری اپنا [illegible] کے سلوک غریبون کی مدارات۔ [illegible] ان کی بیوفائی
غرض تمام مختلف حالتین جو کسی ملک کسی قوم کسی شخص پر کسی زمانہ کسی حالت مین
واقع گزری یا گزر سکتی ہین ناول کے [illegible] پیدا ہوتی ہین بہ ناول کا
اثر تاریخ سوانح عمری یا کسی ادبی [illegible] مثال سے بھی [illegible] زیادہ
زیادہ ہوتا ہے [illegible] اچھے اور برے [illegible] پہلو دکھائے جاتے [illegible]
[illegible] تاکہ [illegible] اصول کا اتباع کرین [illegible]
[illegible] اور برائیون کی [illegible] سے واقف ہو کر [illegible]
[illegible]

اور مشتمل ہین اور پرکار بند ہون

قدیم زمانہ مین بھی جبکہ فسانہ کی بنا دا ان نیچرل مضامین پر کلی اور اب بھی جبکہ ناول نیچر اور فطرت انسانی کا فوٹو ہوتے ہین عشقیہ ذہانین کی چاشنی ضرور ہوتی ہے اور اسی سبب سے متین اور سنجیدہ نظرون مین ناول کی وہ وقعت نہین ہوتی جو ہونی چاہیے مگر سچ یہہ کہ جبتک داستان مین محبت کا چٹخارہ نہو ناول عام پسند نہین ہوتا اگرچہ تہذیب یا ہندوستانی تہذیب کا اقتضا یہہ ہے کہ جوش محبت چھپایا جاوے الا حقایق موجودات سے کب باہر جاسکتے ہین کہ یہہ مادہ قدرت نے ہر فرد بشر مین ودیعت رکھا ہے بلکہ حکمت الہی کا مقتضا یہہ ہے کہ محبت کے رشتہ دلون مین دوڑے ہوے ہون۔ اور اسی سبب سے محبت کو عدالت پر ترجیح دی ہے۔

"خدا کا سب سے بڑا اور پہلا عطیہ محبت ہے اور دنیا مین اس سے زیادہ دل خوش کن اس سے زیادہ حقیقی مسرت بخشنے والا اس سے زیادہ سرمدی اور مرغوب شے نہین ہے" سچ یہہ ہے کہ جھوٹی یا ناپاک محبت نے محبت کے نام کو بدنام کیا۔ اور کوتاہ نظر محبت ہی کو برا سمجھنے لگے۔ اس سے بھی انکار نہین ہوسکتا کہ محبت کا دامن بہت ہی پاک و صاف ہے اور برائی کا ذرا سا خیال بھی اوسے آلودہ اور بدنما کردیتا ہے اور چونکہ انسان اپنی خواہشون پر قادر اور اوسکے ضبط پر پورا پورا حاکم نہین ہے اکثر سچی اور پاک محبت مین بھی جادۂ احتیاط سے قدم ڈگمگا جانے کا بہت احتمال ہے۔ اور اسی سبب سے لوگون کے دلون سے بے لوث محبت کا اعتقاد اوٹھہ گیا ہے اور وہ نفس محبت عیب سمجھنے لگے ہین لیکن اصل مین انسانی ضعف کا الزام محبت پر لگایا جاتا ہے۔ اگر سچی اور بے لوث محبت ہے تو انسان کے دل کے

حقیقی میں حقیقی کا کام کرتی ہے۔ بعد محبت کا آفتاب چمکتا ہے نور اسکا
سارا اندھیرا دور ہو جاتا ہے اور ہر ایک تاریک خیال میں تمام روشنی
پیدا ہو جاتی ہے۔ یہہ ایک قدرتی اور ظاہری امر ہے کہ انسان کی
طبیعت حق پسند واقع ہوتی ہے اور جسقدر کہ یہ زیادہ حق جان
نظر آتی ہیں اتنا ہی اوس کا دل گرویدہ ہوتا ہے اور یہہ انسان کا دل
یہہ چاہا کرتا ہے کہ اوسکے متعلق ہر ایک چیز دلپسند ہو۔ پہر آنکھوں کو جیسے
ہمیشہ دیکھنا ہے اوسمین عیب یا کسی بھلی کی ناپسند بدلی کیونکہ گوارا ہو سکتی
ہے۔ لہذا اگر خوش قسمتی سے حصول سے پہلے خوبیدن سے آگہی ہو گئی تو
علاوہ خوشی اور مسرت کے ہمیشہ آرام اطمینان اور سلوک سے زندگی
بسر ہوتی ہے۔

محبت کے بیگناہ جوش جو پہلے پہل معصوم دلوں میں پیدا ہوتے
ہیں بہت ہی بے غرض بہت ہی قوی اور بہت ہی پاک ہوتے ہیں اور
امتداد زمانہ یا حصول کی ممکن اوسکے نقش داول رہتے ہیں یہانتک
حتی کہ ناامیدی سے یہہ آگ اور بھڑکتی ہے۔ جسطرح آگ جو [illegible] پر نشد دیکہا
جائے یا بجہانے کی کوشش کی جائے تو اوسکا اور زیادہ شعلہ اور [illegible]
ہی ہو جاتا ہے اسیطرح [illegible] جسقدر [illegible] قدر [illegible] اسیقدر
پاس بڑہتی جائے اوتنی شوق تیز تر ہوتی جاتی ہے کہ [illegible] محبت اوسی
شخص سے ہوتی ہے جسکی خوبیاں تمام عالم میں زیادہ اچھی معلوم ہوتی
ہوں جسکی صورت ہر وقت خیال و دماغ میں پہر رہتی ہو۔ جسکے
نام کی دل عزت کرتا ہو اور خیال سے طبیعت میں جوش اور الفت پیدا ہو
جسکی خاطر دنیا کے عیش و آرام تلخ معلوم ہوتے ہوں اور وہی تمام
دنیاوی مسرت کا منبع معلوم ہو۔ یہہ جلد [illegible] خیال میں [illegible] رازی
راتکے دن جلاوے۔ دل میں غالب ہو جائیگی۔ یادات میں [illegible] پیدا کرتا ہے

بے حوصلتوں کو دور کر کے پاک دامنی کو فروغ دیتا ہے ۔

اہل محبت کے دامن گناہوں کو چھپا لیتے ہیں کیونکہ محبت خطاؤں پر نظر کرنے میں نابینا ہے محبت عیبوں پر پردہ ڈال دیتی ہے اور کمالوں کو ظاہر کرتی ہے محبت بدی کو خاموشی سے چھپا دیتی ہے اور خوبیوں کو آشکارا کرتی ہے ۔

بعض اوقات محبت کا جوش اچانک اور یکایک پیدا ہو جاتا ہے ایک نظر لیکن ایسا گہرا کر لیتی ہے کہ پھر کبھی نہیں نکلتی مگر محبت [illegible] خواہ مرد ہو یا عورت پاکدامنی اور عصمت محبت میں دوبالا ہو جاتی ہے [illegible] نہ صرف محبت قائم رکھتی ہے بلکہ اسکو ہمیشہ بڑھا دیتی ہے اور محبت کی سچی خوشی اور فرحت بخشتی ہے علاوہ ازیں وفاداری، صداقت، ثابت قدمی محبت والے دلوں کو دریا دل [illegible] کر دیتی ہے

دنیا کا آرام ملک کا انتظام محبت اور عدالت پر ہی منحصر ہے جو لوگ اس پاک جوہر کو اپنی بدطینتی سے [illegible] اللہ تعالیٰ اگر [illegible] تو [illegible]

[illegible] ۔

تمت اللہ تعالیٰ [illegible]

[illegible]

[illegible]

نوٹ [illegible]